ہفت روزہ

الجمعیۃ

نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۵۱ ۱۷ تا ۲۳ دسمبر ۲۰۲۱ء — ۱۲ تا ۱۸ جمادی الاوّل ۱۴۴۳ھ

Year-34 Issue-51 17 - 23 December 2021 Page 16

مقننہ قانون سازی سے پہلے قانون کے ممکنہ اثرات کا جائزہ نہیں لیتی

چیف جسٹس آف انڈیا کا شکوہ

کیا مرکزی حکومت اس پر غور کرے گی؟

یوم آئینِ ہند پر صدرِ جمہوریہ ہند اور چیف جسٹس آف انڈیا نے جو کچھ کہا ہے وہ بلاشبہ انتہائی اہم ہے، اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر غور کر کے اس کا کوئی حل نکالے۔

محمد سالم جامعی

ہر سال ۲۶ نومبر کو ملک میں یوم آئین کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں جس میں ہندستان کے آئین کو نہ صرف ایشیا بلکہ دنیا بھر کے آئین کے مقابلہ میں برتر ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ بات بلاشبہ صحیح بھی ہے کہ ہمارے ملک کے آئین میں بڑی حد تک گہرائی و گیرائی پائی جاتی ہے۔ دراصل ہمارے آئین کو جمہوریت کا ایک اہم ستون قرار دے کر ہمارے قانون سازوں نے آئین کی اہمیت، توقیر اور اس کی برتری میں چار چاند لگا دیئے ہیں اور شاید اسی لیے یوم آئین پر منعقد ہونے والی تقریب کے اختتامی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے ہمارے محترم صدرِ جمہوریہ جناب رام ناتھ کووند نے انصاف کو جمہوریت کا ایک اہم ستون قرار دیتے ہوئے ججوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ اپنے ریمارکس میں انتہائی غور و فکر کے ساتھ اپنی صوابدید کا استعمال کریں۔ سپریم کورٹ کے زیر اہتمام یوم آئین کی اختتامی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ انصاف وہ اہم ستون ہے جس کے گرد جمہوریت گھومتی ہے۔ عدلیہ نے اپنے قیام سے لے کر اب تک اپنی ذمہ داری کی انجام دہی میں اعلیٰ ترین معیاروں کی پابندی کی ہے اور عوام کی نظروں میں یہ سب سے قابل اعتماد ادارہ ہے۔ انھوں نے ججوں کو تلقین کی کہ وہ ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ بیشک اچھی نیت ہو لیکن غیر سنجیدہ ریمارکس عدلیہ کو نیچا دِکھانے کے لیے قابل اعتراض بحث کو جگہ دے دیتے ہیں۔ (باقی ص۱۴ پر)

اندر پڑھیے

• شخصیت کی تعمیر و تشکیل بھی ایک فن ہے ص۵ • نئی نسل منشیات کے حصار میں: علاج کیا ہے؟ ص۸

• شریعت اسلامی اور مولانا آزادؒ کا موقف: ایک جائزہ ص۹ • نکاح ایک انسانی و سماجی ضرورت ہے جسے آسان بنائیں ص۱۰

افغانستان۔ جس کی نصف آبادی کو فوری مدد کی ضرورت ہے

افغانستان میں اقوامِ متحدہ کے ادارے یونیسیف کی رابطہ کاری کی سربراہ سمانتھا مورٹ نے ڈی ڈبلیو سے گفتگو میں کہا کہ افغانستان کی نصف آبادی کو فوری امداد کی ضرورت ہے۔ مورٹ کا کہنا تھا کہ یونیسیف سمیت دیگر امدادی اداروں کو افغانستان میں بہت بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ ان اداروں کو شدید سردی سے قبل افغان عوام تک امداد پہنچانا ہوگی۔ مورٹ کے مطابق یونیسیف چارٹرڈ پروازوں کے ذریعے اور پاکستانی سرزمین سے افغانستان میں امداد پہنچا رہا ہے لیکن ہر روز سردی بڑھ رہی ہے، پہاڑوں پر برف باری ہوگئی ہے، دیہی علاقوں تک پہنچنا مشکل ہوتا جارہا ہے اور اب ان علاقوں تک امدادی سامان پہنچانے میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے خصوصی نمائندے برائے افغانستان نے خبردار کیا تھا کہ ملک انسانی تباہی کے دہانی پر ہے۔ ۳۸ ملین کی آبادی میں سے ۲۲ فیصد پہلے ہی قحط کے قریب ہیں اور دیگر ۳۶ فیصد کو خوراک کی شدید کمی کا سامنا ہے۔ مورٹ نے ڈی ڈبلیو کو بتایا کہ غربت کی سطح حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ خاندانوں کو مایوس کن فیصلے کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ مورٹ نے مزید کہا کہ والدین بچوں کو اسکول سے نکال کر ان سے کام کروانے پر مجبور ہیں۔ انھوں نے کہا کہ کئی خاندان جہیز حاصل کرنے کے لیے کم عمری میں بچیوں کی شادیاں کررہے ہیں۔ ہم مسلح گروہوں کی طرف سے بچوں کی بھرتیوں کی شرح میں بھی اضافہ دیکھ رہے ہیں۔

ریڈ کراس کی بین الاقوامی کمیٹی کے صدر پیٹر مورر نے گزشتہ ہفتے کہا تھا کہ امدادی گروپوں کے لیے ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر عملے کو تنخواہیں دینا مشکل ہوگیا ہے کیونکہ فی الحال افغانستان میں بینک اکاؤنٹس میں تنخواہوں کی منتقلی کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اگست میں طالبان کے قبضے کے بعد سے افغانستان کی معیشت چالیس فیصد تک سکڑ گئی ہے۔ اقوامِ متحدہ نے خبردار کیا ہے کہ ملک کی گرتی ہوئی معیشت شدت پسندی کے خطرے کو بھی بڑھا سکتی ہے۔ افغانستان میں اقوامِ متحدہ کے فوڈ اینڈ ایگریکلچرل آرگنائزیشن کے نمائندے رچرڈ ٹرین چارڈ نے خبردار کیا ہے کہ ملک میں صورتِ حال انتہائی مایوس کن ہے۔ انھوں نے ڈی ڈبلیو سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے لیے پریشان کن بات یہ ہے کہ حالات مزید خراب ہورہے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ شدید بھوک دیہی علاقوں اور اب افغانستان کے شہروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ میرے خیال میں اگلے سال افغانستان چار ارب ڈالر سے زیادہ کی امداد کا مطالبہ کرے گا۔ کسی بھی ملک کی تاریخ میں یہ سب سے بڑی انسانی اپیل ہوگی۔

افغانستان میں طالبان کی حکمرانی بن سکتی ہے اسلامی تعلیمات کے تعارف کا بہترین موقع

دنیا بھر میں کسی بھی مسلم ملک میں اسلامی طرزِ حکومت قائم ہوتی ہے تو مخالفین اسلام کے سینوں پر سانپ لوٹ جاتے ہیں۔ ہر مسلم ملک کو اسلامی طرزِ حکمرانی سے دور رکھنے اور غیر اسلامی روش اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی سازشیں رچی گئیں اور اب بھی اگر کسی ملک میں اسلامی طرزِ حکمرانی اختیار کی جاتی ہے تو مخالفین اسلام آگ بگولہ ہوجاتے ہیں اور اسلامی طرزِ حکمرانی اختیار کرنے والے ممالک اور حکمرانوں کے خلاف نئی سازش کی جاتی ہے اور ان کی حکومتوں کا تختہ الٹنے کی دھن سوار ہوجاتی ہے۔ بیس سال پہلے افغانستان میں امریکی سرکردگی میں فوج کشی کا بنیادی مقصد اسلامی طرزِ حکمرانی اختیار کرنے والے طالبان سے اقتدار کو ختم کرنا تھا۔ امریکہ میں سلسلہ وار دہشت گرد بم دھماکوں کے فوری بعد امریکی اتحادی افواج اور فضائیہ نے افغانستان پر یلغار کرتے ہوئے طالبان کی حکومت کو بے دخل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فتح وشکست کے دن لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ قابض غیر ملکی افواج نے افغانستان سے اپنا منہ کالا کیا اور حق حقدار کو مل گیا اور طالبان کی حکمرانی بحال ہوگئی۔ مخالفین اسلام ایک بار پھر سرگرم عمل ہوگئے ہیں اور افغانستان میں طالبان کی سرکردگی میں اسلامی نظام حکومت کے قیام کے حوالے سے مخالف اسلام پروپیگنڈہ شروع ہوگیا ہے۔ حالانکہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب بھی جہاں بھی حقیقی اسلامی حکومت قائم رہی حق وانصاف کا بول بالا ہوا۔ امن وسلامتی یقینی بنائی گئی اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے جرائم پر قابو پایا گیا۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوتے ہی ایسے ممالک خواتین کے حقوق اور آزادی کے حوالے سے طالبان کے خلاف اپنی پروپیگنڈہ مشینری تیز اور متحرک کرچکے ہیں جہاں خواتین کی کوئی عزت اور حرمت نہیں ہے اور زنا اور ناجائز تعلقات کا عام چلن ہے اور پیدا ہونے والے بچوں کو نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا حقیقی باپ کون ہے۔ اپنے معاشرہ کو اخلاقی طور پر پوری طرح آلودہ کرنے والے ممالک کس منہ سے طالبان کو تنقید کا نشانہ بنارہے ہیں۔ بدقسمتی سے پچاس سے زائد مسلم ممالک میں کہیں بھی پوری طرح شریعت اسلامی نافذ نہیں۔ اگر طالبان اپنی باقاعدہ حکومت کی تشکیل کے ساتھ اپنے ملک میں حقیقی اسلامی حکومت قائم کرتے ہیں تو دوسرے مسلم ممالک کے عوام میں اسلامی بیداری پیدا ہوگی اور دنیا بھر کے غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کی عملی اور مثالی کوشش ہوگی۔ اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ بہترین مسلمان وہی ہے جسے دیکھ کر دوسرے مسلمان ہوجائیں۔

افغانستان میں قالین بافی بے روزگاروں کیلئے آخری امید

افغانستان کی خستہ حال معیشت کی وجہ سے چار بھائیوں نے قالین بافی کا کاروبار ایک بار پھر شروع کردیا ہے۔ حیدری خاندان کے یہ بھائی اب اپنے دن قالین بننے میں گزارتے ہیں۔ قالین بافی کے لیے افغانستان مشہور ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی سے بات کرتے ہوئے خاندان کے ۷۰ برس کے سربراہ غلام سخی کا کہنا تھا کہ اہل خانہ کی بقا کے لیے ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔ طالبان کے ۱۵؍اگست کو افغانستان پر کنٹرول حاصل کرنے سے قبل یہ بھائی قالین بافی کے مشکل کام سے بچ کر شادیوں میں پھول سپلائی کرنے کا کاروبار کامیابی سے کررہے تھے۔ تاہم طالبان کے افغانستان پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد شادی کی عالیشان تقریبات ہونا بند ہوگئیں اور نتیجتاً ان بھائیوں کا پھولوں کا کاروبار ماند پڑ گیا اس لیے انہوں نے ایک بار پھر قالین بافی کا اپنا خاندانی کاروبار شروع کیا۔ کابل میں رہائش پذیر بھائیوں میں سے سب سے بڑے ۲۸ برس کے رؤف کا کہنا تھا جب طالبان نے کنٹرول حاصل کیا تو شادی ہالوں کے پاس زیادہ کاروبار نہیں آرہا تھا اس لیے ہم نے قالین بنانے کا کام پھر سے شروع کردیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ یہ ایک پرانا ہنر ہے جو ہمارے آبا و اجداد سے ہمیں ورثے میں ملا ہے۔ جب بارہ میٹر کا کارپٹ تیار ہوجاتا ہے تو یہ بھائی امید کرتے ہیں کہ اس سے وہ چھ ہزار ڈالر تک کمالیں گے۔ ملک کی قالین بنانے کی ایسوسی ایشن کے سربراہ نور محمد نوری کے مطابق افغانستان کی تین کروڑ ۸۰ لاکھ کی آبادی میں سے ۲۰ لاکھ افراد قالین بنانے کا کام کرتے ہیں۔ تاہم انہوں نے بتایا کہ طالبان کے قبضے کے بعد سے اس کی طلب میں خاطر خواہ کمی آئی کیونکہ اس کو خریدنے والے غیر ملکی، جو افغانستان میں عالمی تنظیموں کے ساتھ کام کررہے تھے، ملک چھوڑ کر چلے گئے۔

کابل کے ایک کاروباری شخص کبیر رؤف نے بتایا کہ گذشتہ چند ماہ کے دوران مزید افراد قالین بنانے کی طرف آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ خواتین بھی اب قالین بافی کا کام کرتی ہیں جو گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ ان لڑکیوں نے بھی یہ کام شروع کردیا ہے جن کے اسکول جانے پر پابندی ہے۔ ہرات میں حاجی عبدالقادر نامی شخص کے قالین بنانے کے کاروبار میں ۱۵۰ خاندان کام کرتے ہیں تاہم نوکری کے لیے پریشان افراد روزانہ ان سے رابطہ کرتے ہیں، ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کام کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ رؤف حیدری کا کہنا ہے کہ کوئی اور کام ہے ہی نہیں۔

حرمین شریفین کی تاریخ کو دستاویزی طور پر محفوظ کرنے کا منصوبہ

سعودی عرب میں حج تحقیقی مرکز کے بانی ڈاکٹر سامی عنقاوی کے مطابق حرمین شریفین کی تاریخ کو دستاویزی طور پر محفوظ کرنے کا منصوبہ شروع ہوچکا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس حوالے سے جلد ہی ویب سائٹ متعارف کرادی جائے گی۔ یہ ویب سائٹ حرمین شریفین کی تاریخ کی ڈیجیٹل مرجع کی حیثیت کا حامل ہوگا۔ عنقاوی نے یہ بات اسلامی فن کے عنوان سے منعقد ایک کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے کہی۔ عنقاوی کے مطابق اگر اداروں اور شخصیات کے بیچ کوششیں متحدہ اور مشترکہ رہیں تو مذکورہ ڈیجیٹل منصوبے کو دو سے پانچ برس کا عرصہ درکار ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اس میں ۵۰ برس کے قریب لگ سکتے ہیں۔ ادھر سعودی مؤرخ اور ماہر تعمیرات ڈاکٹر عبداللہ القاضی نے بتایا ہے کہ رواں سال سعودی عرب میں مساجد سے متعلق ایک مطالعاتی تحقیق مکمل کی گئی۔ تحقیق کے مطابق مملکت کی ۱۱۵ مسجدوں پر آنے والی مجموعی لاگت سوا ارب ریال تک ہے۔ ان کی ماہانہ دیکھ بھال کا خرچ پانچ ارب ریال ہے جبکہ ان مساجد کا بجلی کا خرچ اوسطاً ایک ارب ریال ہے۔ ریاض میں شاہ عبدالعزیز عالمی مرکز برائے ثقافت اثراء میں ہونے والی اس کانفرنس میں مساجد کی تعمیر سے متعلق عبداللطیف الفوزان ایوارڈ کی شراکت داری شامل ہے۔ کانفرنس کے مقررین نے زور دیا کہ مساجد کے تعمیری ورثے کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ مقررین کے مطابق محلوں کے اندر مساجد پر توجہ اور التفات ہونا چاہیے۔

دریچۂ پاکستان

آصف بٹ

بیوروکریسی کا زوال؟

پنجاب کی تاریخ میں شاید پہلی بار یہ واقع پیش آیا ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر کو اس کے اپنے ہی ضلع کی عدالت کے سربراہ نے گرفتار کرکے جیل بھیجنے کا حکم دیا ہو۔ یہ بڑا ہی غیر معمولی واقعہ ہے جس کے پس منظر میں کئی محرکات ہیں جن کو سامنے لائے بغیر افسر شاہی کی زوال پذیری کے اسباب جاننا شاید مشکل ہوگا۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مختلف اداروں کے لوگ اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ منڈی بہاؤالدین کیس سیدھا سادہ معاملات کی ہینڈلنگ کا ایشو ہے، لیگل ایشو تو اس میں تھا کوئی نہیں۔ بات پھر وہی آتی ہے کہ جب سیاسی سفارشوں پر یا پھر پیسے دے کر ڈپٹی کمشنر تعینات ہوتے ہیں تو بعض نالائقوں کی وجہ سے حکومت کو تو پھر شرمندگی اٹھانا ہی پڑتی ہے۔ مجھے کئی سینئر افسران نے بتایا کہ جب وہ کہیں ڈپٹی کمشنر تعینات ہوئے تو انہیں بھی بعض اوقات بالکل ایسے ہی واقعات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن سیشن جج کو بھی عزت چاہیے ہوتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انتظامیہ سارے کام اپنی مرضی سے ہی کرتی ہے لیکن بعض اوقات منڈی بہاؤالدین کیس جیسی صورتحال میں ڈپٹی کمشنر خود سیشن جج کے پاس چلے گئے اور معاملہ فہمی سے چیزوں کو اچھے طریقے سے حل کیا۔ ویسے تو ہر ادارے کو ہی اپنے اختیارات کا استعمال کرنے سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ اس کے کیا اثرات ہوں گے جو بدقسمتی سے ایسی سوچ سے بعض اوقات عاری ہوتے ہیں۔

افسر شاہی کے زوال میں بڑا کردار سیاسی لوگوں کا تو ہے ہی لیکن بیوروکریسی خود بھی اس کی کافی حد تک ذمہ دار ہے۔ افسران کی صحیح جگہوں پر اہلیت کے مطابق تعیناتیاں بہت ضروری ہوتی ہیں۔ سیاسی مداخلت سے ایس اینڈ جی اے ڈی ایک پوسٹ آفس بن کر رہ گیا ہے۔ چیف سیکرٹری پنجاب نے کافی حد تک کوشش کی ہے کہ اعلیٰ انتظامی عہدوں پر تعیناتیاں دیکھ بھال کر دیانتدار اور اہل افسران کی فہرستوں کو اچھی طرح کھنگال کر کی جائیں لیکن شاید کئی مصلحتوں کے سامنے بسا اوقات وہ غیر ضروری مزاحمت سے گریز کرتے ہیں۔ فوج میں جب کسی لیفٹیننٹ کرنل کو یونٹ کمانڈ کرنے کے لئے منتخب کیا جاتا ہے تو جو افسر بطور کیپٹن جی تھری یا پھر کسی بریگیڈ کا بریگیڈ میجر رہا ہو، کو بطور کمانڈ افسر ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ کسی ایسے بندے کو کمانڈ دے دی جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ ڈپٹی کمشنر کی پوسٹ پر گریڈ ۱۹ کا افسر تعینات ہونا چاہیے اور خاص طور پر ای ڈی او ریونیو، ایڈیشنل کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر، اسسٹنٹ کمشنر کوآرڈی نیشن سمیت ایسی جگہوں پر کام کرچکا ہو جس میں اس نے کئی موقعوں پر فائر فائٹنگ کی ہو۔ ۳۹ ویں اور ۴۰ ویں کامن کے جونیئر افسر جن میں بعض نہ کبھی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر (ریونیو) نہ کبھی اے ڈی سی (ہیڈکوارٹر) اور نہ کبھی ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر (جنرل) رہے، کو آپ نے سیاسی سفارشوں پر ڈپٹی کمشنر لگا دیا۔ میں نے کئی کمشنروں کے دفتروں میں سیشن ججوں کو آکر بیٹھے دیکھا ہے جو بعض اوقات افسروں سے مشورے کررہے ہوتے ہیں، جس کی وجہ تجربہ، عقل اور معاملات کی سوجھ بوجھ ہے۔ سنیارٹی نہ ہو اور اعلیٰ افسران کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ نہ ہو تو پھر حالات ایسے ہی ہوتے ہیں۔

سیاسی سفارشوں پر کئی اہم ترین اضلاع کے ڈپٹی کمشنر جونیئر افسران لگائے گئے ہیں۔ لاہور جو کہ صوبائی ہیڈکوارٹر ہے کے گریڈ ۱۸ کے ڈپٹی کمشنر عمر شیر چٹھہ ۳۹ ویں کامن سے ہیں جبکہ یہاں کم از کم گریڈ ۱۹ اور آئیڈیل طور پر گریڈ ۲۰ میں ہونا چاہیے۔ یہ میانوالی میں ڈپٹی کمشنر رہے جہاں سے ہمارے وزیراعظم منتخب ہوئے ہیں۔ اسی طرح خانیوال کے ڈپٹی کمشنر آغا ظہیر عباس شیرازی بھی ۱۸ ویں گریڈ کے افسر ہیں جنہیں پنجاب کے ''سرپرست اعلیٰ'' کے سسرال کی دیکھ بھال کی ذمہ داریاں بھی تفویض کی گئی ہیں۔ وزیراعلیٰ کے سابق پی ایس او علی اعجاز بھی گریڈ ۱۸ کے جونیئر افسر ہیں جنہیں پہلے ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خان لگایا گیا اب وہ اوکاڑہ کے ڈپٹی کمشنر ہیں۔ راولپنڈی کے ڈپٹی کمشنر محمد علی بھی جونیئر افسر ہیں۔ وہ وزیراعظم کے پی ایس او رہے ہیں جس کے بعد انہیں پنجاب کے دوسرے بڑے شہر فیصل آباد کا ڈپٹی کمشنر لگایا گیا اور اب وہ راولپنڈی جسے 'گیریژن سٹی' کہا جاتا ہے کے ڈپٹی کمشنر ہیں۔

لاہور، فیصل آباد اور راولپنڈی بڑے میٹروپولیٹن شہر ہیں۔ وہاں کم از کم گریڈ ۱۹ کا ڈپٹی کمشنر ہونا چاہیے جس نے سینئر مینجمنٹ کورس پاس کر رکھا ہو اور گریڈ ۲۰ میں پروموشن کا منتظر ہو۔ ۱۸ ویں گریڈ کے ہی ایک اور افسر عامر کریم جو کہ وزیراعلیٰ کے پی ایس او رہے کو جنوبی پنجاب کے ہیڈ کوارٹر ملتان کا نامعلوم وجوہات کی بنا پر ڈپٹی کمشنر تعینات کردیا گیا۔ پنجاب کے ڈویژنل ہیڈکوارٹرز والے اہم اضلاع کے ڈپٹی کمشنر سینئر افسر لگنے چاہئیں جنہوں نے سینئر مینجمنٹ کورس کررکھے ہوں۔ ڈپٹی کمشنر منڈی بہاؤالدین طارق علی بسرا کی بھی سفارش تگڑی لگتی ہے۔ وہ اس سے قبل تگڑی پوسٹوں پر تعینات رہے ہیں جن میں ڈیرہ غازی خان کے قبائلی علاقوں کے پولیٹیکل اسسٹنٹ، پھر ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل (پی ایچ اے) رہے ہیں۔ ان کے پاس ڈی جی پی ایچ اے کا چارج بھی رہا ہے۔ ڈپٹی کمشنر ملتان عامر کریم کے خلاف ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی طرف رنگ روڈ کا رخ موڑنے کی شکایت بھی ہے جس پر انکوائری ہورہی ہے۔

سابق ڈپٹی کمشنر وہاڑی مبین الٰہی کمیٹی میں اپنا بیان بھجوا چکے ہیں کہ انہوں نے بوریوالہ رنگ روڈ کی الاٹمنٹ کچھ اور دی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کئی ہوشربا چیزیں عامر کریم کے خلاف ہیں جو بہرحال MANAGE ہوچکی ہیں۔ ۱۸ ویں گریڈ کے افسر ہیں اور ان کے پاس ۱۹ ویں گریڈ کا آفیشٹنگ چارج ہے لیکن پھر بھی ڈپٹی کمشنر ملتان ہیں۔

یہاں اہم ترین بات یہ ہے کہ اہم تعیناتیوں میں سیاسی مداخلت سے تباہی ہورہی ہے۔ سفارش سے تعینات ہونے والا بیوروکریٹ سیاسی طور پر اپنی الاٹمنٹ کرالیتا ہے جو افسر شاہی میں انحطاط کی بڑی وجہ ہے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

زرعی قوانین کی واپسی

کیا بی جے پی اس کا فائدہ اُٹھا پائے گی؟

اس سیاسی سچائی کا شاید ہی کوئی انکار کرسکتا ہے کہ وزیر اعظم کے ذریعہ ۱۹؍نومبر کو تینوں زرعی قوانین کی واپسی کا اعلان اور پھر ۲۹؍نومبر کو پارلیمنٹ کے سرمائی سیشن کے پہلے ہی دن اس سلسلہ میں قانون واپسی کی بغیر بحث کے ہی صوتی ووٹ کے ذریعہ منظوری اور فوراً ہی اس پر صدرِ جمہوریہ کے دستخط کے ساتھ اس منظوری کا نفاذ اگر ممکن ہوا ہے تو اس کی بڑی وجہ آئندہ سال فروری مارچ میں ہونے والے پانچ صوبائی اسمبلی انتخابات ہی ہیں، ورنہ جس طرح ہماری مرکزی حکومت اور ملک کے سب سے بڑے سیوک مسٹر مودی نے ان تینوں زرعی قوانین کی مخالفت کرنے والے لاکھوں کسانوں کو گرمی، سردی اور بارش میں دہلی کی سرحدوں پر بیٹھنے پر مجبور کیا، انھیں دہشت گرد، نکسلائٹ، خالصتانی، ملک دشمن قرار دے کر ان پر مقدمہ چلایا، ان پر بات نہ کرنے کا الزام لگایا، پارلیمنٹ کے دو دو اجلاس اپنی ضد کی وجہ سے ضائع ہوجانے دیئے اور جب یہ سب ناکام ہوگیا تو اپنے سیاسی نفع ونقصان کا حساب لگاتے ہوئے تینوں زرعی قوانین کو واپس لینے کا اعلان کردیا۔ وزیر اعظم نے محسوس کیا کہ ان قوانین کی وجہ سے انھیں خاص طور پر یوپی اور پنجاب انتخابات میں شکست کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے اور ۲۰۲۲ء میں ان ریاستوں کو کھونے کا مطلب ۲۰۲۴ء میں ان کا اقتدار کھونا بھی ہوسکتا ہے۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ جمہوریت کی بھی اپنی اہمیت ہے۔ یہ بھاری اکثریت سے آنے والی حکومت کے غرور وتکبر کے پہاڑ کو پانی میں بدلنے کی بھی طاقت رکھتی ہے۔ احتجاج ومظاہرے جمہوریت میں خون کی گردش کا کام کرتے ہیں۔ اس گردش کو برقرار رکھنا چاہیے ورنہ شریانیں موٹی ہونے لگتی ہیں۔ جسم پھول جاتا ہے اور ایک دن پھیپھڑے اور دل کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جب ہندستانی جمہوریت کو اس طرح کی غیر فعال حالت میں دیکھا گیا تھا تو کسان تحریک نے اس میں نیا خون ڈالا کیونکہ پچھلے ایک سال میں یہ مسئلہ صرف کسانوں کا نہیں، یہ ہندستانی جمہوریت کا امتحان بن گیا تھا۔ یہ ایک زبردست امتحان کا وقت تھا کہ ایک ایسے وقت میں کہ جب منتخب حکومتوں نے من مانے فیصلے مسلط کرنا شروع کیے تو کیا عوام اس کے بازو مروڑ سکتے ہیں۔ آج وزیر اعظم جس عاجزی کا مظاہرہ کررہے ہیں وہ جمہوریت کی مضبوطی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ورنہ وہ خود، ان کی حکومت کے دیگر وزراء اور ان کے حامیوں نے کسان لیڈروں اور کسانوں کو اس ملک کا ولن ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ افسوس کی بات ہے کہ حکومت نے اس سمجھداری اور عاجزی کا مظاہرہ اس وقت کیا جب اس تحریک کے دوران تقریباً سات سو کسان مارے گئے اور تکبر کا یہ حال تھا کہ اس کے لیڈر اور وزیر کسانوں کو بھگانے والوں کا دفاع کررہے تھے۔ اس طرح زرعی قوانین واپس لینے کے باوجود کسانوں کے مجرم ابھی باقی ہیں۔ وزیر اعظم کو اب فوری طور پر اپنے وزیر مملکت برائے داخلہ اجے مشرا ٹینی سے استعفیٰ لینا چاہیے جن کے بیٹے کی گاڑی نے کسانوں کو کچل دیا تھا اور جن کی رائفل کی فورنسک رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ انھوں نے فائرنگ کی تھی تاہم کسان تحریک کی اس جیت کے کئی سارے پہلو اور بھی ہیں اور اس کے بعد آنے والے انتخاب بھی ہیں۔

یہاں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ آخر گاؤں دیہات کے رہنے والے ان کسانوں کی یہ تحریک مسلسل ایک سال تک اتنی کامیاب اور مستحکم کیوں کر رہ پائی جس نے ایک طویل عرصہ تک گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اور بیحد صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام کی شرکت کے باوجود اپنی اجتماعیت اور اپنی طاقت کو برقرار رکھا جبکہ ۲۶؍جنوری ۲۰۲۱ء کو جب دہلی کے لال قلعہ پہنچنے والے کسانوں کے تشدد اور ہنگامے کے بعد یہ تحریک اچانک کمزور پڑگئی تھی جس سے گھبرا کر کسانوں نے بھی اپنے گاؤں لوٹنا شروع کردیا تھا اور قریب تھا کہ حکومت بزور طاقت اس تحریک کو ختم کر ڈالے، اس نے انتظامیہ کو یہ اشارہ بھی دیا کہ اب کسانوں کے بستر لپیٹنے کا وقت بہت مناسب ہے، انتظامیہ نے اپنے مقامی غنڈوں کو اس کے لیے استعمال کرنے اور کسانوں کو زبردستی اُکھاڑ پھینکنے کی کوشش بھی کی مگر انتظامیہ کا یہ جبر کسانوں کے لیے چیلنج بن گیا اور کافی عرصے سے تحریک کی کمزور کڑی سمجھے جانے والے راکیش ٹکیت کے آنسوؤں نے تحریک کو نئی جان بخشی۔ راکیش ٹکیت خود اس کے بعد ایک بڑے اور معروف لیڈر بن کر اُبھرے۔ یہ نکتہ ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت عوامی تحریکیں لیڈر بھی پیدا کرتی ہیں۔ اس تحریک سے نہ صرف ٹکیت، کھڈونی، یوگیندر یادو اور بہت سے رہنما اُبھرے ہیں جو تنظیم اور ضمیر کی مشترکہ طاقت پر یہ جنگ لڑتے رہے بلکہ اس نے کسانوں کو بھی ایک نئی تحریک عطا کی۔ اس تحریک کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ تمام کسان تنظیموں کی یکجہتی بھی تھی۔ کسی کو یہ امید نہیں تھی کہ تین درجن سے زیادہ کسان تنظیمیں جو پنجاب، یوپی، بہار، کرناٹک اور مہاراشٹر سے آئی ہیں، اتنے عرصے تک ساتھ رہیں گی۔ اکثر ان کے درمیان جھگڑوں اور اختلافات کی خبریں آتی رہتی تھیں لیکن ان سب کے باوجود انھوں نے اپنا اتحاد برقرار رکھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر وہ لوٹیں گے تو تحریک ٹوٹ جائے گی اور اتنی بڑی تحریک ان میں سے کوئی بھی اکیلے نہیں چلا سکے گا۔ اس کامیابی نے کسان تحریک اور اس ملک کی جمہوری قوتوں کے لیے بھی چیلنجز کھڑے کردیئے ہیں۔ زرعی قوانین کی واپسی ایک منحرف حکومت کے غلط فیصلوں کے سامنے کسانوں کی عاجزانہ مزاحمت کی فتح ہے۔ لیکن اس سے زرعی شعبے کی پریشانیاں کم نہیں ہوں گی۔ ہندستانی زراعت کو اس کی موجودہ مایوس کن حالت سے بچانے کی لڑائی اس سے بھی اہم ہے اور امید کی جانی چاہیے کہ کسانوں کی تحریک اس سمت میں بھی سوچے گی۔

دوسری اہم بات یہ کہ کسان تحریک کی یہ کامیابی بہت سی دوسری تحریکوں میں بھی جان پھونکے گی۔ ہندستان میں گزشتہ برسوں کے دوران جتنی زیادہ جمہوری مزاحمت بڑھی ہے اور ملک کے ایک طبقے کو نشانہ بنانے کا چلن عام ہوا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ حکومت یا اس کے قوانین کے مخالفین کو ملک دشمن اور دہشت گرد کہنے کا رواج بھی کافی بڑھ گیا ہے اور اس کے حامیوں کی تعداد اس قدر وسیع ہوتی جارہی ہے کہ دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ تینوں زرعی قوانین سے پہلے شہریت ترمیمی قانون کے خلاف ملک بھر میں بڑے پیمانے پر عدم تشدد اور پرامن احتجاج اور مظاہرے ہوئے تھے جو کورونا کے دور میں ختم ہوگئے یا کردیئے گئے جبکہ اس پورے عرصہ میں حکومت نے طاقت کا بھرپور استعمال کیا۔ جھوٹے مقدمات میں لوگوں کو قید کیا گیا، کچھ کے لکھنے پر گرفتاری عمل میں آئی۔ سڑکوں پر بھی ان کے ساتھ بدتمیزی کی گئی اور گالیاں دی گئیں۔ اب حکومت کو سمجھنا پڑے گا کہ من مانے فیصلوں سے کام نہیں چلے گا۔

بہرحال تینوں زرعی قوانین جو بغیر کسی بات چیت کے لائے گئے تھے اور کسانوں سے کہا جارہا تھا کہ آئیں اور بات کریں، بات چیت کا معاملہ رکا ہوا تھا اور حکومت کے وزراء یہ کہہ رہے تھے کہ آپ آئیں اور بات کریں اور پھر اچانک وزیر اعظم نے تینوں زرعی قوانین واپس لینے کا اعلان کردیا جس سے آسانی کے ساتھ یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ جمہوریت حکومت کا خواہ وہ کتنی بھی بڑی اکثریت رکھتی ہو غرور وتکبر کے پہاڑ کو بھی خاک کے ڈھیر میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ اب یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ ہمارے محترم وزیر اعظم نے جو اپنے فیصلوں پر ڈٹے رہنے کے لیے جانے جاتے ہیں، زرعی قوانین کی واپسی ان کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے یا اس کے پس پشت کوئی اور چال ہے۔ جہاں تک اعلیٰ ظرفی کا معاملہ ہے اس کا وقت تو جب تھا جب سرحدوں پر پڑے ہوئے کسان اپنی جانیں گنوا رہے تھے، اب تو بظاہر یہ ہی لگ رہا ہے کہ اس اعلان کے پیچھے بھی کوئی سیاسی حکمت عملی ہی ہے۔ آئندہ سال ہونے والے پانچ صوبوں میں اسمبلی انتخابات بھی اس کے پس پشت ہوسکتے ہیں اور ان میں ناکامی کا خوف وہ سب سے بڑا عامل ہے جو ان زرعی قوانین کی واپسی کا سبب بنا ہے۔ دراصل بی جے پی کے پالیسی سازوں کے سامنے ملک کے عوام کی وہ نفسیات ہیں جس کا وہ اکثر و بیشتر مظاہرہ کرتے رہے ہیں کہ عین موقع پر انھیں کچھ دے کر خوش کردیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوکر گزرے ہوئے دور کی تمام مشکلات کو بھول جاتے ہیں اور برسراقتدار لوگوں کے طلسم کا شکار ہوجاتے ہیں۔ بی جے پی کے پالیسی ساز بھی یہ ہی مان کر چل رہے ہیں کہ کسان زرعی قوانین کی واپسی کے بعد گزشتہ ایک سال کی تمام تکالیف بھول کر ایک بار پھر اپنی طاقت بی جے پی کی جھولی میں ڈال دیں گے مگر وہ شاید یہ بھول رہے ہیں کہ اسمبلی انتخابات اور پارلیمانی انتخابات کے منظرنامے اکثر مختلف ہوتے ہیں۔ اسمبلی انتخابات میں مقامی ایشوز بھی دخیل ہوتے ہیں جبکہ پارلیمانی انتخابات قومی ایشوز پر لڑے جاتے ہیں۔ بی جے پی کا یہ پورا کھیل یوپی، پنجاب اور اتراکھنڈ میں کامیابی کے لیے ہے جبکہ ان ریاستوں میں صرف زرعی قوانین ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ دوسرے اور مقامی مسائل بھی ہیں۔ اترپردیش میں جسے دہلی کا دروازہ کہا جاتا ہے، کورونا میں ریاستی عوام کی بدحالی، مہنگائی میں روزافزوں اضافہ، ڈیزل اور پٹرول اور رسوئی گیس کی قیمتوں میں بڑھوتری اور خواتین میں عدم تحفظ کا احساس ایسے بہت سے مسائل ہیں جن کا تعلق ریاستی حکومت سے ہے اور ریاستی حکومت ان مسائل کے حل کے لیے ابھی تک بھی سنجیدہ نظر نہیں آرہی ہے۔ ایسے میں بی جے پی کے پالیسی ساز اگر یہ سمجھتے ہیں کہ محض زرعی قوانین کی واپسی اسے یوپی، اتراکھنڈ اور پنجاب جیسی ریاستوں میں اقتدار تک لے جائے گی تو ہم اسے ان کی خام خیالی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اب وہ دور بیت چکا ہے جب مودی جی اسٹیج پر کھڑے ہوکر عوام کو اپنے جادو کا شکار بنا لیتے تھے۔ اب عوام بری طرح مہنگائی اور بے روزگاری کا درد جھیل رہے ہیں اس لیے ان کا یہ کارڈ کس حد تک کام کرسکے گا یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا مگر بہرحال یہ طے ہے کہ اس مرتبہ اقتدار تک پہنچنے میں بی جے پی کو آگ کے انگاروں سے ضرور گزرنا پڑسکتا ہے۔ ◻◻

مقننہ قانون سازی سے پہلے قانون کے ممکنہ اثرات کا جائزہ نہیں لیتی
چیف جسٹس آف انڈیا کا شکوہ

کیا مرکزی حکومت اس پر غور کرے گی؟

صفحہ اوّل کا بقیہ

صدرِ جمہوریہ نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا پلیٹ فارم نے معلومات کو جمہوری بنانے کے لیے حیرت انگیز کام کیا ہے، پھر بھی ان کا ایک تاریک پہلو ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ماضی قریب میں سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر عدلیہ کے خلاف کچھ تضحیک آمیز ریمارکس کے واقعات سامنے آئے ہیں۔ صدر نے کہا کہ آئین ہمارے اجتماعی سفر کا روڈ میپ ہے۔ اس کے مرکز میں انصاف، آزادی، مساوات اور بھائی چارے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ انصاف وہ اہم ستون ہے جس کے گرد جمہوریت گھومتی ہے۔ اگر ریاست کے تینوں ادارے عدلیہ، مقنّنہ اور عاملہ میں ہم آہنگی رہے تو یہ مضبوط ہوجاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ تینوں ستونوں کا آئین میں اپنا ایک متعین مقام ہے اور وہ اپنی حدود میں رہتے ہوئے کام کرتے ہیں۔ طویل عرصے سے زیر التوا مقدمات کا ذکر کرتے ہوئے صدرِ جمہوریہ نے کہا کہ اس سے اقتصادی اور معاشی ترقی بھی متاثر ہوتی ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تمام اسٹیک ہولڈرز قومی مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی راستہ نکالیں۔ انھوں نے یقین ظاہر کیا کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کا استعمال اس شعبے میں نوجوانوں کو انصاف کرنے اور شہریوں کی خدمت کرنے کی ترغیب دے گا۔

یومِ آئین کی اس تقریب کے اختتامی اجلاس میں چیف جسٹس مسٹر این وی رمنا نے بھی صدر جمہوریہ اور وزیر قانون کی موجودگی میں یہ شکوہ کیا کہ مقنّنہ قانون بنانے سے پہلے قانون کے اثرات کا جائزہ نہیں لیتی جس سے بڑے بڑے معاملے پیدا ہورہے ہیں۔

چیف جسٹس آف انڈیا (سی جے آئی) این وی رمنا نے کہا کہ مقنّنہ قوانین کے اثر کا جائزہ یا مطالعہ نہیں کرتی ہے جو کبھی کبھی بڑے معاملوں کی جانب لے جاتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر عدلیہ پر معاملوں کا زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔ چیف جسٹس نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ خصوصی بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کے بغیر موجودہ عدالتوں کو کمرشیل عدالتوں کے طور پر پیش کرنے سے زیر التوا معاملوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

ججوں اور وکیلوں کو خطاب کرتے ہوئے جسٹس رمنا نے کہا کہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جو بھی تنقید ہو یا ہمارے سامنے رکاوٹ آئے، انصاف فراہم کرنے کا ہمارا مشن نہیں رک سکتا ہے۔ ہمیں عدلیہ کو مضبوط کرنے اور شہریوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے اپنے فرائض پر عمل کرنے کو لے کر آگے بڑھنا ہوگا۔ چیف جسٹس آف انڈیا نے کہا کہ ”عدلیہ میں معاملوں کے زیر التوا ہونے کا معاملہ کثیر جہتی فطرت کا معاملہ ہے اور توقع ہے کہ سرکار اس دو روزہ پروگرام کے دوران موصولہ مشوروں پر غور کرے گی اور موجودہ معاملوں کا حل تلاش کرے گی۔“ چیف جسٹس نے مرکزی وزیر قانون کے اعلان کی ستائش کی کہ سرکار نے جوڈیشل بنیادی ڈھانچے کے فروغ کے لیے ۹۰۰۰ کروڑ روپے کا الاٹمنٹ کیا ہے۔ جسٹس رمنا نے کہا کہ جیسا کہ میں نے کل بتایا تھا، رقم کا مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ کچھ ریاستوں کے گرانٹ کی برابری کرنے کے لیے آگے نہیں آنے کے سبب ہے۔ نتیجہ کے طور پر مرکزی رقم کا کافی حد تک استعمال نہیں ہوتا ہے۔ جسٹس رمنا نے کہا کہ یہی سبب ہے کہ میں جوڈیشل بنیادی ڈھانچہ اتھارٹی کی ایک معاون کمپنی (ایس پی وی) کی تجویز پیش کررہا ہوں۔ میں وزیر سے اپیل کرتا ہوں کہ اس تجویز کو باجواز نتیجے پر لے جائیں۔ میں ان سے عدالتی اسامیوں کو بھرنے کے عمل میں تیزی لانے کی بھی اپیل کرتا ہوں۔

چیف جسٹس نے کہا کہ ملک میں کئی لوگ ایسا مانتے ہیں کہ عدالتیں ہی قانون بناتی ہیں اور ایک اور غلط فہمی ہے کہ بری کیے جانے اور التوا کے لیے عدالتیں ذمہ دار ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ سرکاری وکیل، ایڈوکیٹ اور فریقین سبھی کو عدالتی کارروائی میں تعاون کرنا ہوتا ہے۔ عدم تعاون، عملی چوک اور خامیوں سے پرجانچ کے لیے عدالتوں کو قصوروار نہیں مانا جاسکتا ہے۔ عدلیہ کے ساتھ یہ ایسے معاملے ہیں جن پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ عدالتی نظام کی تشکیل نو اور عدالتوں کی درجہ بندی میں تبدیلی کی تجویز کو لے کر اٹارنی جنرل کے کے وینو گوپال کے ذریعہ پیش کردہ مشوروں کا تذکرہ کرتے ہوئے چیف جسٹس نے کہا کہ یہ کچھ ایسا ہے جس پر سرکار کو غور کرنا ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ آزادی کے بعد سے ہندستان میں عدلیہ کی ڈھانچہ جاتی درجہ بندی درحقیقت کیا ہونی چاہیے۔ مجھے نہیں لگتا کہ اس پر غور کرنے کے لیے کوئی سنجیدہ مطالعہ کیا گیا ہے۔ صدرِ جمہوریہ مسٹر کووند اور چیف جسٹس مسٹر رمنا نے یوم آئین پر جن زریں خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بلاشبہ انتہائی اہم ہیں۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اس سب کے باوجود ملک کی ذیلی عدالتوں سے لیکر عدالت عظمیٰ تک میں کروڑوں کی تعداد میں آخر زیر التوا مقدمات کیوں پڑے ہوئے ہیں؟

یہ صحیح ہے کہ کورونا وبا کے طویل عرصہ تک جاری رہنے کی وجہ سے ملک کی عدالتوں میں زیر التوا معاملات بہت زیادہ متاثر ہوئے ہیں اور ایک اندازے کے مطابق مختلف عدالتوں میں تقریباً چار کروڑ معاملے زیر التوا ہیں جس نے انصاف ملنے میں تاخیر کی صورتِ حال کو مزید خراب کردیا ہے تاہم یہ بھی سچ ہے کہ عدالت عظمیٰ نے ملک میں وبا سے بہت پہلے زیر التوا معاملوں کو ختم کرنے کا ایک ہدف متعین کیا تھا جس کی وجہ سے عدالت عالیہ اور نچلی عدالتیں پرانے معاملوں کو جلد سے جلد فیصل کرنے کے دباؤ میں تھیں۔ کسی حد تک اس میں کچھ پیش رفت بھی ہوئی مگر کورونا وبا نے گھڑی کی سوئیوں کو ایک بار پھر پیچھے کی طرف گھما دیا، جس کے ساتھ عدالتوں کے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک بند رہنے سے زیر غور معاملات کے مزید انبار لگ گئے، پھر اس دوران عدالتی عملہ کے ریٹائرمنٹ کے ساتھ خالی ہوئے عہدوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی جبکہ ان جگہوں کو پر کرنے کے لیے بہت کم کوششیں کی گئیں۔

نئے آفیشیل اعداد وشمار کے مطابق ملک میں ہائی کورٹ کے ججوں کے ۱۰۸۰ عہدوں میں سے ۴۱۹ خالی ہیں۔ قانون وانصاف کی وزارت کے لیے قائمہ کمیٹی کے ذریعہ لوک سبھا میں پیش کی گئی رپورٹ کے مطابق بھی تقریباً ۳۹ فیصد سیٹیں خالی ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہائی کورٹوں میں ۴۱۹ عہدوں کے لیے ہائی کورٹ کالجیم کی طرف سے ۲۱۱ نام ابھی موصول ہونے باقی ہیں۔ ان میں پنجاب، ہریانہ، الٰہ آباد، دہلی اور گجرات کی ہائی کورٹ بھی شامل ہیں۔

رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ محکمہ انصاف کے ذریعہ حاصل شدہ ۲۰۸ ناموں میں سے ۹۲ نام (۴۴ء۲۳ فیصد) سپریم کورٹ کالجیم کے پاس منظوری کے لیے بھیجے گئے ہیں اور ۱۱۶ نام (۵۵ء۷۶ فیصد) تجزیہ کے لیے محکمہ انصاف کے پاس ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ محکمہ کے پاس زیر سماعت کل ۱۱۶ ناموں میں سے ۴۸ نام (۴۱ء۳۷ فیصد) انٹیلیجنس بیورو کی طرف سے منظوری کے انتظار میں ہیں۔

ہائی کورٹوں میں ججوں کی تقرریاں دستور کی دفعہ ۲۱۷ کے تحت کی جاتی ہیں۔ یہ ایک طویل مدتی عمل ہے جو کسی خالی جگہ کے پیدا ہونے کے ممکنہ وقت سے چھ ماہ قبل شروع ہوجانی چاہیے لیکن ایسا شاید ہی کبھی کیا جاتا ہو اور اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ کچھ خالی جگہیں سال ۲۰۰۵ء سے لٹکی ہوئی ہیں۔

ہندستان کے موجودہ چیف جسٹس این وی رمنا کی خاص طور سے تعریف کی جانی چاہیے کہ اس معاملہ میں ان کے پیش روؤں کے ذریعہ کچھ بھی کرپانے میں ناکام ہونے کے بعد عدالت عالیہ نے خالی پڑے عہدوں کو پر کرنے کا معاملہ سنجیدگی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ پہلی بار اگست میں ایک ساتھ نو ججوں نے سپریم کورٹ کے جج کے طور پر حلف لیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی پہلی بار ہوا کہ ایک ساتھ سپریم کورٹ کے لیے تین خواتین ججوں کی تقرری عمل میں آئی۔

کچھ دن بعد سپریم کورٹ کالجیم نے بھی جو ہائی کورٹ کے ججوں کے نام کی تجویز رکھتا ہے ایک ہی بار میں ہائی کورٹ کے ججوں کے طور پر ترقی دینے کے لیے ۶۸ ناموں کی تجویز پیش کرکے تاریخ رقم کردی ہے۔ ایک پروگرام میں بولتے ہوئے چیف جسٹس جناب رمنا نے کہا کہ کالجیم کا ارادہ سبھی ہائی کورٹوں میں ۴۱ فیصد خالی جگہوں کو پر کرنے کا ایک بڑا کام پورا کرنے کا ہے۔ اس طرح جہاں انھوں نے سپریم کورٹ (جہاں ابھی بھی چار عہدے خالی ہیں) نیز ہائی کورٹوں میں خالی پڑی سیٹوں کو پر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے وہیں انھوں نے کہا ہے کہ ماتحت عدالتوں پر زیادہ دھیان دینا ہوگا جہاں کروڑوں کی تعداد میں معاملے زیر سماعت ہیں۔

موصولہ نئے اعداد وشمار کے مطابق کل منظور شدہ ۲۳۵۶۶ عہدوں میں سے کم سے کم ۶۲۲۴ (۲۶ فیصد) ہندستان کی ماتحت عدالتوں میں خالی ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس فہرست میں بہار ۳۶۱ ججوں کے ساتھ سب سے اوپر ہے جس کی نچلی عدالتوں میں منظور شدہ عہدوں کی تعداد ۱۸۴۷ ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ریاست میں ۸۰ فیصد سیٹیں ابھی خالی ہیں۔

ہمارے خیال میں اس کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ ہے کہ فاسٹ ٹریک عدالتوں کو مضبوط کیا جائے۔ ثالثوں کے ذریعہ معاملات نپٹانے کی ترغیب دی جائے نیز معمولی معمولی معاملات کو عدالتوں تک لے جانے کی حوصلہ شکنی کی جائے خاص طور پر خود حکومت کو اس صورتِ حال پر کنٹرول کرنا چاہیے جو بہت سے غیر اہم معاملات کو عدالتوں میں دائر کرکے خاموش ہوکر بیٹھ جاتی ہے، وہ اپنے طور پر اگر ایسے معاملات کو، جو ہر سال لاکھوں کی تعداد میں عدالتوں میں جاتے ہیں، حل کرنے کا کوئی نظام قائم کرلے تو عدالتوں پر مقدموں کا یہ بوجھ بڑی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔□□

تبلیغی جماعت کا تحفظ اور اس کی حمایت علماء کی ذمہ داری

صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی کی جمعیۃ کے تمام ذمہ داروں اور کارکنوں سے مخلصانہ اپیل

تبلیغی جماعت اس وقت دنیا کی سب سے بڑی پرامن دینی وتعمیری تحریک ہے، اس جماعت نے اپنی صدسالہ تاریخ میں مسلم نوجوانوں کو میخانوں سے نکال کر مسجدوں میں لانے، اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے اور شر کے راستے سے ہٹا کر خیر کے راستے پر لگانے کا کام کیا ہے۔ دنیائے انسانیت کے لیے یہ انتہائی خیرخواہ تنظیم ہے۔ جو لوگ یا حکومتیں ان کی مخالفت کررہی ہیں وہ حقیقت سے ناواقف یا بے بنیاد پروپیگنڈ سے متاثر ہیں۔

اس طرح کی جماعت کا تحفظ اور اس کی حمایت پوری امت بالخصوص علمائے دین پر لازم ہے، اس لیے جمعیۃ علماء ہند اپنے تمام ذمہ داران، کارکنان اور متعلقین سے اپیل کرتی ہے کہ:

(۱) ہر مسجد میں جمعہ کے بیانات میں علماء اور ائمہ حضرات تبلیغی جماعت کی حقیقت اور کارناموں سے عوام کو روشناس کرائیں۔

(۲) دعوتِ حق کو بڑی سے بڑی طاقت نہ روک سکتی ہے اور نہ روک سکے گی، لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اہل حق کو ہر دور میں قربانی دینی پڑی ہے۔ لہٰذا دعوت وتبلیغ کی حمایت اور تحفظ کے لیے جمعیۃ کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(۳) جمعیۃ علماء کے تمام کارکنان تبلیغی جماعت کے کاموں کو اپنا کام سمجھیں اور اس کی تائید وحمایت کریں۔ موجودہ حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے۔

والسلام

محمود اسعد مدنی

صدر جمعیۃ علماء ہند

میزان

مفتی محمد ثناء اللہ قاسمی

شخصیت کی تعمیر وتشکیل بھی ایک فن ہے

شخصیت کی تشکیل اور ارتقاء یعنی پرسنالٹی ڈولپمنٹ کے کام نے ان دنوں ایک فن کی شکل اختیار کرلی ہے، باضابطہ اس کے لیے کیمپ لگائے جاتے ہیں، محاضرات ہوتے ہیں، اور بڑی بڑی رقمیں اس پر خرچ کی جاتی ہیں، شرکاء کو بتایا جاتا ہے کہ اپنی شخصیت کی تشکیل، ارتقاء اور مارکیٹنگ کے لیے کیا کچھ کرنا ضروری ہے، بہت لوگ اس فن سے واقفیت کے بعد بڑے بڑے کام کرنے اور اپنی شخصیت منوانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ جب آپ کسی کے سامنے پیش ہوں، موقع سمینار، سمپوزیم، جلسے جلوس یا انٹرویو کا ہوتو اپنے خیالات مجتمع کرلیں، شخصیت کو سب سے زیادہ نقصان انتشار ذہنی، عجلت پسندی اور بے سوچے سمجھے اپنی بات رکھنے سے پہنچتا ہے، آپ کہیں انٹرویو کے لیے جارہے ہیں، کسی سمینار اور سمپوزیم میں آپ کی شرکت ہونی ہے، تو وہاں کے حالات اور انٹرویو لینے والے کی ذہنیت کا پتہ چلالینا کامیابی کا پہلا زینہ ہوتا ہے، جس کمپنی یا ادارے میں آپ جارہے ہیں وہاں کے مالکان اور ذمہ داران کی ذہنیت اور ماحول سے واقفیت بھی آپ کے لیے انتہائی ضروری ہے، ماحول کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کا اندرونی ماحول مشرقی تہذیب سے متاثر ہے یا مغرب کی بے راہ روی کا بول بالا ہے، جسے آج کی اصطلاح میں کھلا پن سے تعبیر کیا جاتا ہے، جوسوالات کیے جائیں اس کے جواب میں عجلت سے کام نہ لیں، سوال کرنے والے کی نفسیات کی تسکین کے لیے اسے بہتر سوال قرار دے کر سوچنے کا تھوڑا وقت آپ کو مل سکتا ہے، آپ کسی ایسے جملے کا بھی استعمال کرسکتے ہیں جو ذو معنی اور مجمل ہوں، اس جملے کی تہہ تک انٹرویو لینے والا جب تک پہنچے، آپ اس کو صحیح جواب دینے کی پوزیشن میں ہوجائیں گے، آپ سوال کرنے والے سے تھوڑا وقت غور وفکر کے لیے بھی مانگ سکتے ہیں، لیکن کبھی اس کا اثر الٹا ہوجاتا ہے، اس لیے بہت سوچ سمجھ کر اس جملے کا استعمال کریں۔

ممکن ہے سوال کرنے والے نے جو بات پوچھی ہے وہ آپ کے نظریہ کے خلاف ہے، ایسے میں اگر سیدھے سیدھے آپ نے اپنا نظریہ بیان کرنا شروع کردیا تو انٹرویو لینے والے کی انا کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے، انا کو ٹھیس پہنچنے کا مطلب آپ کی ناکامی ہے، کیوں کہ ہر انٹرویو لینے والا اپنے کو بڑا سمجھتا ہے، بعض بعض میں بڑے پن کا یہ احساس اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو عقل کل کا مالک سمجھنے لگتا ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ آپ اپنا نظریہ اس انداز میں رکھیں کہ بلا واسطہ اس کی سوچ پر حملہ نہ ہو، آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں اس بات کو الگ انداز میں دیکھتا ہوں اور آپ اجازت دیں تو میں اپنے نظریات

> **جب آپ اپنی پسند اور دلچسپی سے کسی کام یا مطالعہ کے لیے کسی موضوع کا انتخاب کریں گے تو آپ پرجوش ہوں گے اور آپ کا پرجوش ہونا ہدف تک پہنچنے میں معاون ہوگا، نپولین بونا پارٹ کا قول ہے کہ ناممکن کچھ نہیں ہے، ہر کام ممکن ہے، ایسا ہوسکتا ہے کامیابی تک پہنچتے پہنچتے بہت سارے خدوخال بدل چکے ہوں۔**

کو آپ سے شیئر کرسکتا ہوں، گفتگو میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ باتونی بن کر سامنے نہ آئیں، بہت بولنا بھی آپ کی شخصیت کو کمزور کرتا ہے، بولنے میں سامنے والے کی عزت واحترام کا خیال بھی بہت ضروری ہے، بدزبانی بدکلامی، گالی گلوج کسی شریف آدمی کا کام نہیں ہے، بولنے کے مقابل خاموشی زیادہ مناسب ہے، خاموشی بھی کبھی کبھی وجہ قتل بن جاتی ہے، اس لیے اعتدال وتوازن ہی بہتر ہے، نہ زیادہ بولیے اور نہ بالکل چپ رہیے، حدیث میں ''خیرالاموراوسطہا'' کہا گیا ہے۔

ایک بنیادی بات یہ بھی ہے کہ ناکامی کا خوف دل سے نکال دیجئے آپ کی کامیابی اسی وقت طے ہوجاتی ہے جب آپ کے ذہن ودماغ سے ناکامی کا خوف نکل جاتا ہے، یہ خوف آپ کو پژمردہ، بے حوصلہ اور جوش وجذبہ سے عاری کر کے چھوڑ دیتا ہے، اس لئے ناکامی کے خوف کی نفسیات سے باہر آیئے اور خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ ناکامی کا مطلب ہے کہ کامیابی کے لیے کوشش صحیح ڈھنگ سے نہیں کی گئی، آپ کے اندر حوصلہ کی آگ ہونی چاہیے، کچھ کرگزرنے کا جنون ہونا چاہیے، یہ جنون آپ کو کامیابی تک پہنچا کر دم لے گا، ہوسکتا ہے اس میں کئی ماہ وسال لگ جائیں، ذہن میں یہ بات بھی رکھنی چاہیے کہ خواہشوں کی تکمیل فورا ہوجائے ضروری نہیں، جلد خواہشات پورے کرنے کی لگن بھی کبھی ناکامی اور ہزیمت کا سبب بن جاتی ہے، ایک پودے کو تناور درخت بننے اور بیج سے انکوڑے نکلنے کے لیے جو وقت درکار ہے اس کو کسی اور طریقے سے آپ بدل نہیں سکتے، پرائمری سے ایم اے تک پہنچنے کے لیے آپ کی خواہش کے ساتھ ماہ وسال کو بھی دخل ہے، اس کو آپ روپے وغیرہ سے پارٹ نہیں سکتے، بہت سارے کام میں مال ودولت سے زیادہ وقت کی اہمیت ہوتی ہے۔

اپنا ہدف مقرر کرتے وقت اپنی پسند کا بھی خیال رکھیں، صرف گارجین کے کہنے سے کوئی ہدف مقرر نہ کریں، آپ اپنی دلچسپی اس کا پورا پورا خیال رکھیں، دوسروں کے مشورے اور گارجین کی رائے اگر آپ کی پسند اور دلچسپی کے خلاف ہے تو کامیابی میں رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے۔ جب آپ اپنی پسند اور دلچسپی سے کسی کام یا مطالعہ کے لیے کسی موضوع کا انتخاب کریں گے تو آپ پرجوش ہوں گے اور آپ کا پرجوش ہونا ہدف تک پہنچنے میں معاون ہوگا، نپولین بونا پارٹ کا قول ہے کہ ناممکن کچھ نہیں ہے، ہر کام ممکن ہے، ایسا ہوسکتا ہے کامیابی تک پہنچتے پہنچتے بہت سارے خدوخال بدل چکے ہوں۔

آپ جو کچھ کررہے ہیں، یا کرنا چاہتے ہیں، اس سے تمام لوگ متفق ہوں، (باقی صفحہ ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

مستقبل کا فیصلہ مشکل ہے مگر اہم بھی ہے

نوجوان اور تعلیم وتعلّم لازم ملزوم ہیں۔ نوجوان اعلیٰ تعلیم اور مستقبل کی منصوبہ بندی سے ہی اپنی زندگی سدا بہار بنا سکتے ہیں۔ نیز اپنے اہداف کے حصول کا ایک بہترین اور مؤثر طریقہ ہے منصوبہ بندی۔ یہ سڑک کا نقشہ رکھنے کے مترادف ہے جو مطلوبہ منزل تک پہنچنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ اگر کوئی ملک جدید ٹیکنالوجی سے ناآشنا ہے تو اس کی وجہ صرف اور صرف نوجوان طبقہ میں تعلیم سے دوری ہے۔

مستقبل کا فیصلہ مشکل مگر نہایت اہم ہوتا ہے، جو نوجوان مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے کی سعی کرتے ہیں وہ جلد ہی کامیابی حاصل کرلیتے ہیں۔ جب آپ منصوبہ بندی کرنے کے لیے وقت نکالتے ہیں تو نہ صرف مطلوبہ مقصد کا تعین بلکہ اس تک پہنچنے کے لیے ضروری اقدامات بھی کررہے ہوتے ہیں جس سے آپ اہداف حاصل کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیریئر کی منصوبہ بندی کس طرح کی جائے؟ اس کا سب سے بہترین طریقہ تو یہ ہے کہ آپ کسی پروفیشنل کیریئر کونسل سے رابطہ کریں جو آپ کی اس حوالے سے رہنمائی کرے۔ دوئم یہ کہ آپ جو بھی منصوبہ بندی کریں، اس کو لازمی طور پر کاغذ پر درج کریں تا کہ نتیجہ حاصل کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے میں آسانی ہو۔

ہر طالب علم کو خود اپنے بارے میں زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ذہنی صلاحیت کتنی ہے اور اس کو کس شعبے میں داخلہ لینا چاہیے۔ اپنے بارے میں اپنی رائے کو ہمیشہ فوقیت دیں۔ اپنی شخصیت، صلاحیت، خواہش، ذہنی استعداد، مالی وسائل اور عملی ضروریات کو دیکھ کر اپنے لیے بہترین شعبے کا انتخاب کریں۔ طالبات کو ان شعبہ جات کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں ملازمت کرنا چاہتی ہیں تو ان کو زیادہ مشکلات نہیں ہوں گی۔ یاد رکھیں! آپ کو خود اپنے لیے دستیاب تمام تعلیمی مواقع تلاش کرنے ہوں گے۔ اگر لوگ آپ کو راستے سے بھٹکانے کی کوشش کریں تو آپ اس پر توجہ نہ دیں بلکہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے رہیں۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے خواب ہمیشہ آپ کی رسائی سے باہر ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے حقیقت میں اسے حاصل کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی کوشش نہیں کی ہے۔ ایک بار جب آپ حقیقت پسندانہ منصوبہ بنائیں گے تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ اپنے خوابوں کو کس حد تک پورا کرسکتے ہیں۔ ذہنی سکون بھی محسوس کریں گے۔ ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں لہٰذا اسی کی مناسبت سے منصوبہ بندی کریں۔ ہر نوجوان کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ مستقبل میں ایک اہم اور مثالی شخصیت بن کر اُبھرے، ہر جگہ انھیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے، یہ خواب وخیال درست ہے۔ مگر یہ اس وقت شرمندۂ تعبیر ہوگا جب آپ اس کے لیے منصوبہ بندی کریں گے اور اپنی تعلیم میں مستقل مزاجی اختیار کریں گے۔ ہر کام میں سنجیدگی اہمیت رکھتی ہے لہٰذا وقت کے حوالے سے کس وقت کون سا کام کرنا ہے بنا کسی منصوبہ بندی کے جہاں کام صحیح طرح نہیں ہوپاتا، وہاں بہت سا وقت بھی ضائع ہوجاتا ہے۔ اکثر نوجوان موبائل اور انٹرنیٹ میں اپنا مستقبل تباہ کررہے ہیں، انھیں اپنی زندگی کا پتہ نہیں ہے کہ کیسے گزارنی ہے۔ بہتر ہوگا کہ مقصد زندگی کے حصول کے لیے جدوجہد کریں۔ مقولہ ہے ''جس نے محنت کی اس نے پالیا''۔ مستقبل کو سنوارنے کی خاطر آپ بھی محنت کریں، اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ اپنی زندگی کو تباہ نہ کریں، ملک میں فنی مہارت حاصل کرنے کے لیے مختلف کورس کریں۔ آپ کے پاس ایک واضح خاکہ ہوگا تب ہی اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرسکتے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

اپنی من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن □□

دریچے

م-س-ج-

چاند پر موجود آکسیجن تمام انسانوں کیلئے ایک لاکھ سال تک کافی ہوگی!

ایک آسٹریلوی سائنسدان نے اپنے دلچسپ مضمون میں بتایا ہے کہ چاند کی سطح پر موجود مٹی، پتھروں اور چٹانوں میں اتنی آکسیجن موجود ہے کہ وہ ایک لاکھ سال تک دنیا کے آٹھ ارب انسانوں کے لیے کافی رہے گی، یعنی اگر ہم کوئی ایسی ٹیکنالوجی وضع کرلیں جو چاند کی مٹی اور پتھروں سے مؤثر طور پر آکسیجن الگ کرسکے تو چاند پر انسانی بستیاں بسانے کے خواب کو تعبیر دینا بھی بہت آسان ہوجائے گا۔ نیوساؤتھ ویلز کی سدرن کراس یونیورسٹی میں سوائل سائنس کے ماہر جان گرانٹ کا یہ مضمون 'دی کنورسیشن' ویب سائٹ پر حال ہی میں شائع ہوا ہے جس میں انھوں نے چاند کے لیے مختلف عالمی اور علاقائی منصوبوں کا تذکرہ کرنے کے علاوہ چاند پر موجود آکسیجن کی مقدار کا بھی اندازہ پیش کیا ہے۔ چاند پر ہوا اتنی کم ہے کہ اسے نہ ہونے کے برابر سمجھا جاسکتا ہے۔ اس میں بھی زیادہ مقدار نیون، ہیلیم اور ہائیڈروجن گیسوں کی ہے۔

چاند کی سطح پر پھیلی ہوئی مٹی، پتھروں اور چٹانوں کو مجموعی طور پر 'قمری غلافی چٹانیں' یا 'مون ریگولتھ' بھی کہا جاتا ہے جن میں آکسیجن ضرور ہے لیکن معدنیات کے طور پر۔ آکسیجن کے مختلف مرکبات (آکسیجن کمپاؤنڈز) کی شکل میں۔ گرانٹ کا کہنا ہے کہ چاند کی غلافی چٹانوں میں ۴۵ فیصد آکسیجن ہے لیکن اسے مرکبات سے آزاد کر کے خالص گیس کی حالت میں لانے کے لیے بہت زیادہ توانائی کی ضرورہوگی تاہم اگر کسی طرح سے چاند پر اس توانائی کا بندوبست کرلیا جائے یا کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرلیا جائے کہ جس سے کم توانائی خرچ کر کے معدنیات سے خالص آکسیجن گیس الگ کی جاسکے تو چاند پر انسانی رہائش کے لیے آکسیجن کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ انھوں نے ناسا کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ ہر انسان کو روزانہ سانس لینے کے لیے ۸۰۰ گرام آکسیجن درکار ہوتی ہے، یعنی یہ ۶۳۰ کلوگرام آکسیجن ایک انسان کے لیے دوسال تک کافی رہے گی۔ گرانٹ نے حساب لگایا ہے کہ اگر پورے چاند کی سطح پر صرف دس میٹر گہرائی تک کھدائی کر کے ریگولتھ نکالی جائے اور اس سے آکسیجن بنائی جائے تو اس کی مقدار اتنی زیادہ ہوگی کہ آٹھ ارب انسانوں کے لیے ایک لاکھ سال تک کافی رہے گی۔ مطلب یہ کہ چاند پر انسانی بستیاں بسائی جاسکتی ہیں اور وہاں رہنے والے انسانوں کے لیے درکار تمام آکسیجن بھی چاند کی سطح پر موجود ریگولتھ کی معمولی مقدار سے حاصل کی جاسکے گی۔ البتہ اس کے لیے ہمیں آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ ترقی یافتہ ٹیکنالوجی درکار ہوگی۔

ذہنی امراض میں مبتلا افراد کیلئے بوسٹر ڈوز ضروری ہے: تحقیق

امریکی طبّی ماہرین کا کہنا ہے کہ ذہنی امراض میں مبتلا افراد کے ناول کورونا وائرس کا شکار ہونے کے امکانات زیادہ ہیں اس لیے انھیں ویکسی نیشن مکمل ہوجانے کے بعد بھی ویکسین کی ایک اور اضافی خوراک یعنی بوسٹر ڈوز ترجیحی بنیادوں پر لگائی جائے۔ امریکی محققین نے خبردار کیا ہے کہ دل کی بیماریوں اور ذیابیطس کی طرح ذہنی امراض میں مبتلا افراد کے لیے بھی کووڈ-۱۹ میں مبتلا ہونے کے امکانات زیادہ ہیں اس لیے انھیں کووڈ ویکسین کے تقویتی ٹیکے (بوسٹر ڈوز) ترجیحی بنیادوں پر لگائے جائیں۔ محققین نے ییل نیوہیون ہیلتھ سسٹم کے پانچ اسپتالوں کے اعداد وشمار کا تجزیہ کی تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ کورونا مثبت کے ساتھ اسپتال آنے والے ذہنی امراض میں مبتلا افراد میں کیا پیچیدگیاں سامنے آتی ہیں۔ ہیرس سینٹر فار مینٹل ہیلتھ اینڈ آئی ڈی ڈی کے چیف میڈیکل آفیسر ڈاکٹر لومنگ لی نے بھی بتایا تھا کہ ہم نے تحقیق کے دوران یہ پایا کہ نفسیاتی اور ذہنی امراض میں مبتلا افراد کے کورونا سے ہلاک ہونے کی شرح زیادہ تھی۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر لومنگ لی نے مزید بتایا کہ عام لوگوں کے مقابلے میں ذہنی امراض میں مبتلا افراد کی کورونا وائرس سے موت کا خطرہ پچاس فیصد زیادہ ہے اس لیے بوسٹر ڈوز کے لیے ذہنی امراض کو ترجیح میں رکھا جائے۔ ماہرین نفسیات نے اپنی یہ رپورٹ امریکی حکومت کو بھیج دی ہے جس کی بنیاد پر وہاں بوسٹر ڈوز لگانے کی مہم میں دل کی بیماریوں اور ذیابیطس کے ساتھ وامراض میں مبتلا افراد کو بھی ترجیحی بنیاد پر بوسٹر ڈوز لگائی جائے گی۔

کورونا کے باعث ڈپریشن اور بے چینی میں ایک تہائی اضافہ

ایک نئی اور بڑی تحقیق کے مطابق کورونا کی وبا کے پہلے سال دنیا میں ڈپریشن اور اضطراب کی بیماری کا شکار ہونے والوں کی تعداد میں ایک تہائی اضافہ ہوا ہے۔ متاثرین میں زیادہ تر خواتین اور نوجوان ہیں۔ فرانسیسی خبررساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق لانسٹ میڈیکل جرنل میں شائع ہونے والی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ۲۰۲۰ء میں کورونا کی وبا کے ذہنی صحت پر اثرات بہت زیادہ رہے اور ماہرین کے اندازوں سے پانچ کروڑ ۲۰ لاکھ زائد افراد ڈپریشن سے متاثر ہوئے جبکہ اضافی سات کروڑ ۶۰ لاکھ افراد اضطرابی بیماری کی لپیٹ میں آئے۔ تحقیق کے مطابق اس طرح ان بیماریوں سے متاثر ہونے والی افراد کی تعداد میں بالترتیب ۲۸ فیصد اور ۲۶ فیصد اضافہ ہوا۔ کورونا کے باعث دنیا میں اب تک ۵۰ لاکھ اموات ریکارڈ کی جاچکی ہیں تاہم ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ تعداد اصل ہلاکتوں سے بہت کم ہے۔ تحقیق کے مطابق ایسے ممالک جو کورونا سے زیادہ متاثر ہوئے اور جہاں نقل وحرکت پر پابندیاں سخت رہیں، وہاں شہریوں کی ذہنی صحت پر زیادہ دباؤ پڑا اور ڈپریشن کے کیس میں اضافہ دیکھا گیا۔ کوئنز لینڈ یونیورسٹی میں پبلک ہیلتھ اسکول کے تحقیق کار دامیان سانتو مارو کے مطابق ہماری تحقیق میں یہ نتائج سامنے لائے گئے ہیں کہ دنیا میں ڈپریشن اور اضطراب سے ذہنی صحت متاثر ہونے کے باعث مینٹل ہیلتھ کے نظام کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ کورونا کی وبا کے دوران مینٹل ہیلتھ سروس کی فراہمی ایک چیلنج ہے مگر اس طرف بالکل توجہ نہ دینا بھی آپشن نہیں ہونا چاہیے۔ اس تحقیق کے لیے شمالی امریکہ، یورپ اور مشرقی ایشیا سے ماہرین نے ڈیٹا اکٹھا کر کے تجزیہ کیا ہے۔ تحقیق کے مطابق اگر عالمی وبا نہ آتی تو ان علاقوں میں ڈپریشن کے ۱۹ کروڑ ۳۰ لاکھ کیس کا اندازہ لگایا گیا تھا جو وبا کے باعث ۲۰۲۰ء میں ۲۴ کروڑ ۶۰ لاکھ تک پہنچ گیا۔ اسی طرح اضطراب کے دنیا بھر میں وبا سے پہلے ۲۹ کروڑ ۸۰ لاکھ کیس کا اندازہ لگایا گیا تھا جو گزشتہ برس ۳۷ کروڑ ۴۰ لاکھ تک بڑھ گیا۔ تحقیق کے مطابق متاثرین میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے جس کی وجہ دنیا کے بہت سے علاقوں میں صحت کی سہولیات میں صنفی امتیاز ہے۔ دنیا میں گھریلو کام زیادہ تر خواتین کی ذمہ داری قرار پاتے ہیں اور کورونا کی وبا کے دوران خواتین کے خلاف گھریلو تشدد کے کیسز میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ تحقیق کے مطابق وبا کے باعث اسکولوں اور کالجوں کی بندش سے نوجوانوں کو گھروں تک محدود ہونا پڑا جس کے ان کی ذہنی صحت پر برے اثرات مرتب ہوئے اور وہ متاثرین میں خواتین کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔

دلتوں اور پسماندہ طبقات کیخلاف جرائم کیلئے کوئی پارٹی نہیں بلکہ نظام ذمہ دار ہے

ہم بی جے پی کے ساتھ اتحاد کرکے یوپی اسمبلی انتخابات میں حصہ لیں گے

ملک میں صرف پسماندہ طبقات کے خلاف ہی جرائم نہیں ہورہے ہیں

ریپبلکن پارٹی آف انڈیا کے صدر اور مرکزی وزیر برائے سماجی انصاف مسٹر رام داس اٹھاؤلے کا انٹرویو

ریپبلکن پارٹی آف انڈیا کے صدر اور مودی کابینہ میں سماجی انصاف کے وزیر جناب رام داس اٹھاؤلے ایک بے باک لیڈر ہیں۔ ان کے دل میں جو ہوتا ہے وہی ان کی زبان پر ہوتا ہے۔ وہ دلت سماج کے بھی نمائندے ہیں اور دلتوں واقلیتوں کے مسائل پر جی کھول کر بولتے ہیں۔ دلتوں اور اقلیتوں کے مسائل پر ان سے کی گئی گفتگو کے کچھ اہم حصے ہم اپنے قارئین کی نذر کررہے ہیں۔

س: آپ کی پارٹی نے انتخاب لڑنے کے لیے یوپی کا ہی انتخاب کیوں کیا؟

ج: یوپی ہمارے لیے کوئی اجنبی جگہ نہیں ہے، ایک زمانہ میں وہاں ہماری پارٹی کی بڑی اچھی پوزیشن تھی۔ ۱۹۶۷ء کے اسمبلی انتخاب میں ہمارے دس ممبران کامیاب ہوکر اسمبلی میں پہنچے تھے۔ ہمارا ووٹ فیصد بھی وہاں دس سے اوپر تھا، بعد کے سالوں میں سیاسی حالات تبدیل ہوگئے جس کی وجہ سے وہاں پارٹی حاشیہ پر چلی گئی۔ پچھلے کچھ دنوں سے ہم اپنے روایتی ووٹروں میں خاموشی کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ میں جن سیٹوں پر اپنی پارٹی کو مضبوط پوزیشن میں دیکھ رہا ہوں انھیں پر اپنے امیدوار اتاروں گا، انھیں سیٹوں کا ہم نے بی جے پی سے مطالبہ بھی کیا ہے۔

س: آپ کے اس مطالبہ پر بی جے پی لیڈر شپ کا کیا ردّعمل رہا ہے؟

ج: ابھی تو ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا، سوچ کر فیصلہ لینے کی بات کہی ہے، میں اگر بی جے پی اتحاد میں آٹھ دس سیٹیں مانگ رہا ہوں تو اس میں تنہا میرا ہی فائدہ نہیں ہے۔ اس سے بی جے پی کو بھی فائدہ ہوگا۔ دس سیٹوں پر اگر ہمارے امیدوار ہوں گے تو صوبہ کی باقی ۳۹۳ سیٹوں پر ہمارا ووٹ بی جے پی کو ملے گا۔ یوپی میں دس سیٹوں کے بدلے جن پانچ صوبوں میں انتخابات ہورہے ہیں ان سب ہی میں بی جے پی کو ہمارے ذریعہ فائدہ ہوگا۔

س: آپ یوپی میں جس وقت کی بات کررہے ہیں اس وقت بی ایس پی نہیں تھی۔ کانشی رام اور ان کے بعد مایاوتی خاص طور پر یوپی میں دلت سماج کی سب سے بڑی لیڈر بن چکی ہیں، دلت ووٹ میں توڑ پھوڑ کیا اتنا آسان ہوسکتا ہے؟

ج: ایسا نہیں ہے، پورا دلت سماج بی ایس پی کے ساتھ نہیں ہے۔ دوسری پارٹیوں میں بھی ان کا ووٹ جاتا ہے، ہم اس کو اپنے اور بی جے پی کے ساتھ لاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بی ایس پی کو ووٹ دے رہا ہے، پورا تو نہیں البتہ اس کا کچھ حصہ ہم حاصل کرسکتے ہیں۔ مایاوتی اگر دلت سماج میں بھروسہ پیدا کرکے اس کی لیڈر بن سکتی ہیں تو وہ بھروسہ ہم بھی پیدا کرسکتے ہیں۔

س: آپ اس یوپی میں انتخاب لڑنے جارہے ہیں جو نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق پسماندہ طبقات کے خلاف جرائم میں سب سے اوپر ہے، کیا آپ سے وہاں جواب نہیں مانگا جائے گا؟

ج: مانگا جائے گا تو ہم جواب دیں گے، یوپی ملک کا سب سے بڑی آبادی والا صوبہ ہے، یہاں جرائم بھی سب سے زیادہ ہوں گے، پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ وہاں صرف پسماندہ طبقات کے خلاف ہی جرائم ہورہے ہیں، آبادی کے لحاظ وہاں سب ہی طبقوں کے خلاف جرائم بڑھ رہے ہیں جو دوسرے صبوں کے مقابلہ میں زیادہ ہی ہوں گے۔

س: نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۲۰ء میں پورے ملک میں پسماندہ طبقات کے خلاف جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، آپ اس کی وجہ کیا دیکھتے ہیں؟

ج: یہ کہنا ٹھیک نہیں ہوگا، چونکہ ملک کے زیادہ تر صوبوں میں بی جے پی کی حکومت ہے اس لیے جرائم میں یہ اضافہ ہوا ہے اس لیے کہ جن صوبوں میں غیر بی جے پی حکومتیں ہیں، جرائم میں وہاں بھی اضافہ ہوا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ دلتوں اور دیگر پسماندہ طبقات کے خلاف ہونے والے جرائم کے لیے کوئی حکومت یا پارٹی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس کی ذمہ دار ذات پات والی سوچ ہے جس سے دلتوں اور کمزوروں کے خلاف جرائم جنم لیتے ہیں۔

س: مایاوتی کا کہنا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ ہوتی ہیں تو پسماندہ طبقات اور دلتوں کے خلاف کوئی جرم کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔

ج: مایاوتی جن سالوں میں یوپی کی سی ایم رہی ہیں ان سالوں کی نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ دیکھ لینی چاہیے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے گا۔

س: مہاراشٹر کو لے کر آپ کے شریک کابینہ وزیر نارائن رانے کا بیان آیا ہے کہ جلد ہی وہاں بی جے پی کی حکومت بن سکتی ہے، آپ کا کیا کہنا ہے؟

ج: مہاراشٹر میں اتحادی حکومت میں سب کچھ درست نہیں ہے۔ شیوسینا این سی پی اور کانگریس کا ساتھ چھوڑ کر بی جے پی کے ساتھ بھی آسکتی ہے اگر حکومت نہیں بھی گرتی ہے اور پانچ سال چل بھی جاتی ہے تو اگلی حکومت مہاراشٹر میں ہمارے اتحاد کی ہی ہوگی۔ □□

جین اور ہندو مندروں کو گراکر قطب مینار کی تعمیر کیے جانے کا دعویٰ مسترد، پوجا کی اجازت دینے کی عرضی خارج

ساکیت کورٹ نمبر ۳ کے معزز سول جج سینئر ڈویزن نیہا شرما نے سوٹ نمبر ۲۰۲۰/۸۷۵ تیر تھنکر لارڈ رشبھ دیو وغیرہ بمقابلہ سیکریٹری وزارتِ ثقافت وغیرہ کو آرڈر ۷، رول نمبر ۱۱، سی پی سی کے تحت مسترد کردیا۔ اس معاملے میں لیگل ایکشن فار جسٹس ٹرسٹ نے آرڈر ا، رول نمبر ۱۰ سی پی سی کے تحت عدالت میں فریق بنائے جانے کی درخواست بھی داخل کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ٹرسٹ نے آرڈر ۷، رول نمبر ۱۱ (اے) اور (ڈی) کے تحت دوسری درخواست بھی داخل کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ مدعی کے پاس مقدمہ دائر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور مقدمہ آثارِ قدیمہ ایکٹ اور ایکٹ ۱۹۵۸ء کے سیکشن ۳۹ (۱۹۹۱ء) اور سیکشن ۹ سی پی سی کی دفعات کے خلاف ہے اور ناقابل برقرار ہے، اس لیے اس مقدمہ کو مسترد کیا جانا چاہیے۔ مدعیان نے دعویٰ کیا کہ محمد غوری نے جین اور ہندو مندروں کو گرایا تھا اور بعد ازاں اس کے ملبے پر قطب مینار تعمیر کیا گیا اس لیے ان بتوں کی پوجا کرنے کا حق دیا جائے اور ایک ٹرسٹ بنایا جائے۔ اس کے جواب میں عدالت میں ہمارا موقف یہ تھا کہ:

(۱) قطب مینار اور اس کے پورے کمپلیکس (احاطہ) کو حکومت ہند نے ۱۶ر جنوری ۱۹۱۴ء کو ایک سرکاری گزٹ شائع کرکے ایک محفوظ آثارِ قدیمہ قرار دیا تھا۔ اس وقت بلکہ اس سے ۸۰۰-۷۰۰ سال پہلے تک اس عمارت میں کسی مذہب کے پیروکاروں کی طرف سے کوئی مذہبی عبادت/ پوجا نہیں ہوتی تھی۔ کسی بھی شخص نے ۱۹۰۴ء کے ایکٹ کے تحت محفوظ آثارِ قدیمہ قرار دیئے جانے کے نوٹیفکیشن کو مسترد کرنے یا اپنی پوجا کرنے کے حق کو بحال کرنے کے لیے کوئی سوٹ ۱۹۱۴ء یا اس کے تین سال بعد تک داخل نہیں کیا۔

(۲) غور طلب ہے کہ نوٹیفکیشن ۲۰۱۴ء میں بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ وہاں کوئی مذہبی مقام/ بت موجود ہے۔ مدعیان نے بدنیتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ مقدمہ ۲۰۲۰ء کے آخر میں (یعنی نوٹیفکیشن کے تقریباً ۱۰۶ سال بعد) ٹرسٹ بنانے، پوجا کا حق حاصل کرنے اور باقی محفوظ آثارِ قدیمہ یعنی قطب مینار وغیرہ کو ہٹانے کے نامعقول غیر قانونی مطالبہ کے ساتھ یہ سوٹ داخل کیا۔

(۳) قطب مینار کمپلیکس علاقہ میں اس عمارت کے سن تعمیر ۱۱۹۱ء کے بعد سے اب تک کوئی مندر نہیں ہے اور اس سے قبل بھی کوئی مندر تھا اس کا کوئی پختہ ثبوت موجود نہیں ہے۔ پیلس آف ورشپ ایکٹ ۱۹۹۱ء بھی ایسے معاملے پر کوئی مقدمہ چلانے کی اجازت نہیں دیتا اور یہ فراہم کرتا ہے کہ ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو جو حالت تھی وہی برقرار رہے گی اور اس کو تبدیل کرنے کے لیے کوئی مقدمہ نہیں کیا جاسکتا۔ قطب مینار ۱۹۰۴ء کے ایکٹ کے تحت ایک محفوظ عمارت (آثارِ قدیمہ) قرار دیا گیا تھا اس لیے ۱۹۵۸ء کے ایکٹ کی کوئی شق (باقی صـ۱۴ پر)

ہوا کے دوش پر

'این ایف ٹی' سال ۲۰۲۱ء کا جدید ترین لفظ قرار

آج کی جدید ترین دنیا میں نت نئے لفظ ہمارے سامنے آرہے ہیں۔ کمپیوٹر کی آمد سے ہم نے سائبر اسپیس کا نام سنا اور اب یہ سلسلہ مزید جاری ہے۔ اس ضمن میں کولنز ڈکشنری نے 'نان فنج ایبل ٹوکن' یا 'این ایف ٹی' کو سال ۲۰۲۱ء کا لفظ قرار دیا ہے کیونکہ اس سال این ایف ٹی کے استعمال میں گیارہ ہزار فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کلائمٹ اینزائٹی، نیو پرو ناؤن، چیوگی اور کرپٹو جیسے الفاظ کو بھی اس فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ این ایف ٹی ڈیجیٹل تصاویر اور اثاثے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ایسے ڈیجیٹل اثاثوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کے کلی حقوق اسے خریدنے والے کے پاس ہوتے ہیں۔ اگر لوگ ان کے ٹوئیٹس اور میم بناتے ہیں تو اصل مالک سے انھیں خریدنا ہوگا۔ اب تک ہم این ایف ٹی ویڈیو اور تصاویر کو لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے میں فروخت ہوتا دیکھ چکے ہیں۔ اسی طرح نیو پرو ناؤن حرفِ ضمیر ہوتا ہے لیکن یہ ہی (مرد) اور شی (عورت) کی بجائے بے جنس انسان کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ پھر ٹک ٹاک پر ایک لفظ چیوگی ہے جسے نئی نسل استعمال کررہی ہے۔ اس کا مطلب متروکہ اور پرانی شے یا بات کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ ۲۰۲۰ء کے بعد سے اب تک لاک ڈاؤن کا لفظ دنیا بھر میں استعمال کیا گیا اور اسے بھی کولنز ڈکشنری میں نمایاں جگہ دی گئی ہے۔

دُگنی بجلی بنانے والا سولر پینل تیار

ناروے کے سائنسدانوں نے عام سولر پینل پر گیلیم آرسینائیڈ والی نینو تاروں کا اضافہ کرکے اس کی کارکردگی دُگنی کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے یعنی وہ مساوی رقبے والے عام سولر پینل کے مقابلے میں دگنی بجلی بنا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ گیلیم آرسینائیڈ سے تیار کردہ نینومیٹر جسامت والی تاریں یعنی گیلیم آرسینائیڈ نینو وائرز مائیکرو پروسیسر بنانے میں عام استعمال ہورہی ہیں۔ ان کی شمولیت سے سولر سیلز اور سولر پینل کی لاگت میں معمولی اضافہ ضرور ہوگا لیکن ساتھ ہی ان کی کارکردگی بھی دگنی ہوجائے گی جو اس اضافے کا ازالہ کردے گی۔ تجارتی پیمانے پر دستیاب سلیکون سولر پینل کی کارکردگی ۱۵ سے ۱۸ فیصد کے درمیان ہوتی ہے جو گیلیم آرسینائیڈ نینو وائرز کی اضافی پرت شامل ہوجانے کے بعد ۳۰ سے ۳۶ فیصد تک ہوجائے گی۔ دگنی کارکردگی کا مطلب یہ ہے کہ مطلوبہ بجلی بنانے کے لیے سولر سیل/ سولر پینل کا مطلوبہ رقبہ بھی آدھا رہ جائے گا۔ اس طرح گھروں کی چھتوں کے علاوہ کھڑکیوں اور اپارٹمنٹس کی بالکونیوں میں بھی چھوٹے سولر پینل لگا کر زیادہ بجلی بنائی جاسکے گی۔ سولر سیل کی کارکردگی بڑھانے کی یہ نئی اور کم خرچ تکنیک نارویجین یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے انجان مکھرجی اور ان کے ساتھیوں نے وضع کی ہے جسے مختصر پیمانے کے تجربات میں کامیابی سے آزمایا جاچکا ہے۔

لڑکے کا سرجیکل ماسک پہننے کا عالمی ریکارڈ

عالمی وبا کورونا وائرس کے باعث ایک نوجوان لڑکے نے دس سرجیکل ماسک پہننے کا عالمی ریکارڈ قائم کرلیا۔ دنیا بھر کے لوگ ریکارڈ بک میں اپنا نام درج کروانے کے لیے طرح طرح کے انوکھے اور منفرد کام کرتے ہیں۔ گینز بک آف ورلڈ ریکارڈز کی جانب سے اپنے انسٹاگرام ہینڈل پر اس طرح کے کئی حیران کردینے والے ورلڈ ریکارڈ شیئر کیے جاتے ہیں اور ایسی ہی ایک تھرو بیک ویڈیو ایک بار پھر وائرل ہورہی ہے۔ چند ماہ قبل ایک نوجوان لڑکے نے اپنے چہرے پر سب سے زیادہ ماسک پہننے کا عالمی ریکارڈ بنایا تھا۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ لڑکے نے محض ۴۵ء۷ سیکنڈ میں اپنے چہرے پر دس ماسک لگائے اور اپنا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں درج کروالیا۔ ویڈیو کو اب تک لاکھوں لائک اور متعدد تبصرے مل چکے ہیں، ایک صارف نے لکھا کہ اب یہ ایک ٹیلنٹ بن گیا ہے جبکہ دوسرے صارف نے لکھا کہ لوگوں کے خیالات بہت عجیب ہیں۔

چالیس سال بعد رہا ہونے والے بے گناہ شخص کیلئے نو لاکھ ڈالر جمع

امریکی جیل میں ۴۳ سال سے قید بے گناہ شخص کی رہائی کے بعد عوام نے ہمدردی کے طور پر اس کے نام سے ایک مہم چلائی جس میں اب تک نو لاکھ ڈالر کی رقم جمع ہوچکی ہے جو تقریباً سات کروڑ روپیوں کے برابر ہے۔ کیون اسٹرک لینڈ کی عمر اس وقت ۶۲ برس ہے اور اسے میسوری کے شہر کیمرون میں واقع ایک جیل میں رکھا گیا تھا۔ ۱۹۷۹ء میں اس پر تین افراد کے قتل کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ اس کی پاداش میں ۵۰ سال قید کی سزا سنائی گئی لیکن اس پورے عرصے میں کیون نے بار بار کہا کہ وہ بے قصور ہیں اور اعترافِ جرم نہ کیا۔ چند روز قبل امریکی جج نے اس پر لگے تمام الزامات رد کرکے اسے باعزت بری کردیا اور کہا کہ میسوری ریاست کی تاریخ میں غلطی سے قید کا سب سے طویل ترین دورانیہ بھی ہے۔ اس کے بعد ایک تنظیم نے انٹرنیٹ چندے کی ویب سائٹ 'گوفنڈمی' پر اس کے لیے عطیات کی درخواست کی اور اب تک نو لاکھ ڈالر سے زائد کی رقم جمع ہوچکی ہے۔ چندہ دینے والوں نے کیون سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور بہتر زندگی کے لیے نیک خواہشات کی دعا کی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جیل انتظامیہ کی جانب سے ابھی تک ان کی کوئی مالی مدد نہیں کی گئی ہے۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ عالم کا ایک ورق

سکندر اعظمؒ

جس نے محض تیرہ سال کے عرصہ میں

ساٹھ ملک فتح کر ڈالے

سکندر کو فارس میں بے حد وحساب ہیرے جواہرات، سونا چاندی اور اناج حاصل ہوا۔ اس سے اس کی کثیر افواج کی ضرورتوں کو پورا کیا گیا۔ سکندر ایرانی تیز رفتار ہلکی گاڑی سے متاثر ہوا، وہاں کے فن تیر اندازی کو سراہا۔ ایرانی دربار میں بادشاہ کے آگے سربہ سجود ہونے کا رواج تھا، اس رسم سے سکندر متعارف ہوا۔ یونان ومقدونیہ میں اس قسم کے آدابِ شاہی نہیں تھے۔ سکندر نے ایشیا صغیر کو فتح کیا، وہ آگے بڑھتا ہوا ہندستان کی جانب چل پڑا۔ ۳۲۶ قبل مسیح میں دریائے جہلم کے کنارے آمنے سامنے فوجیں آراستہ ہوگئیں۔ سکندر کو یہاں موسلا دھار بارش کا سامنا تھا۔ جگہ جگہ سانپوں اور موذی جانوروں کا بسیرا تھا۔ ایک طوفانی رات شدید بارش اور بادلوں کی گرج میں سکندر اپنی گھڑ سوار فوج کے ساتھ دریا میں کود پڑا۔ تیرتے ہوئے اس کنارے پہنچ گیا جہاں پرشوتم یعنی پورس کا ایک فوجی دستہ موجود تھا۔ سکندر نے اس فوجی دستے کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا۔ سکندر جیسے جری اور شجیع سپاہی وسپہ سالار کی تلوار کی ضرب سے کسی بھی شخص کا بچنا ناممکن تھا۔ دشمن کا انجام موت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سکندر بیٹھ کر حکم نہیں چلاتا تھا۔ وہ بذاتِ خود میلوں تک لڑتا چلا جاتا تھا۔ حریفوں کے لشکر کو چیرتا ہوا سروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگاتا ہوا گرجتا تھا۔ میدانِ جنگ میں پورس کا بیٹا مارا گیا۔ یہ خبر عام ہوتے ہی فوج کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ پورس لڑتا جارہا تھا۔ سکندر نے قاصد بھیج کر اسے بلوایا۔ جب وہ آگیا تو سکندر نے پہلے بات کی اور پوچھا اس کا کیا کیا جائے تو پورس نے جواب دیا کہ ایک راجہ جیسا سلوک کیا جائے۔ سکندر پورس کی بہادری وشجاعت سے متاثر تھا۔ اس نے اس کی سلطنت اسے واپس کردی۔ سکندر اور اس کی فوج کو پہلی بار میدانِ جنگ میں ہاتھیوں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ لوگ گھوڑوں سے واقف تھے لیکن ہاتھی ان کے لیے عجیب وغریب مخلوق تھی۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ سے یونانی فوج سراسیمہ ہوگئی تھی۔ ہاتھی اپنے پاؤں سے سپاہیوں کو کچلتے جارہے تھے۔ قیامت کا منظر تھا۔ سکندر نے اپنی خوفزدہ فوج کا

سکندر کو دریا میں نہانے سے ملیریا ہوگیا اور شدید بخار کے عالم میں فوت ہوگیا۔ ۱۱ر جون ۳۲۳ قبل مسیح میں اس کی موت اچانک ہوئی تھی۔ سکندر نے کوئی وصیت بھی نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی میّت کو تابوت میں رکھ کر مصر کے اہرام میں لایا گیا، وہیں اس کی ممی بنائی گئی اور وہیں اس کے جسد خاکی کو محفوظ کردیا گیا۔ سکندر نے شادی نہیں کی تھی۔

حوصلہ بنائے رکھا اور پامردی سے مقابلہ کیا، اس مہلک جنگ کا فیصلہ سکندر کے حق میں ہوا۔ سکندر شمالی ہند کی سولہ سلطنتوں کو تسخیر کرنا چاہتا تھا۔ اس فیصلہ سے فوج متفق نہیں تھی۔ یونانی لشکر لڑتے لڑتے تھک چکا تھا۔ اسے اپنا وطن گھر بار بیوی بچے یاد آنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ خبر تھی کہ ہندستانی ریاستوں کے راجے مہاراجے آپسی اختلافات بالائے طاق رکھ کر متحد طور پر سکندر سے جنگ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے تھے۔ ان حالات میں سکندر نے فوج کو مراجعت کا حکم دیا۔ یونانی فوج بابل کے شہر میں خیمہ زن ہوگئی۔ مورخوں کے مطابق سکندر کو دریا میں نہانے سے ملیریا ہوگیا اور شدید بخار کے عالم میں فوت ہوگیا۔ ۱۱ر جون ۳۲۳ قبل مسیح میں اس کی موت اچانک ہوئی تھی۔ سکندر نے کوئی وصیت بھی نہیں چھوڑی تھی۔ اس کی میّت کو تابوت میں رکھ کر مصر کے اہرام میں لایا گیا، وہیں اس کی ممی بنائی گئی اور وہیں اس کے جسد خاکی کو محفوظ کردیا گیا۔ سکندر نے شادی نہیں کی تھی۔ وہ ایک مہم جو تھا، خطرات سے کھیلنا اس کی عادت تھی۔ خوف اور ڈر اس کی زندگی میں کہیں نہیں تھے۔ اسے کبھی شکست کا منہ دیکھنا نہیں پڑا۔ اسے فاتح عالم کہا جاسکتا ہے۔ اس نے لگاتار گیارہ برس تک مسلسل معرکے سرانجام دیئے۔ اس نے بیس ہزار میل کا سفر کیا اور ساٹھ سے زیادہ ممالک فتح کیے۔ اس کی مرگ ناگہانی کے وقت اس کی عمر صرف ۳۳ برس کی تھی۔ اس کو گزرے ہوئے ۲۳۰۰ برس ہوچکے ہیں۔ سکندر کے ہندستان پر حملے کے دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ یونانی آرٹ اور سنگ تراشی کا چلن عام ہونے لگا۔ سکہ سازی بھی مروج ہونے لگی۔ اپولو دیوتا کے انداز میں مجسّمے بنائے جانے لگے۔ ڈرامہ نگاری کو بھی فروغ ملنے لگا۔ یونانی فکر وفلسفہ کی جڑیں پھیلنے لگیں۔ صوفیوں کے تصورات کو وسعت ملنے لگی۔ سکندر کی بہادری کے قصے گھر گھر ہونے لگے۔ سکندر شہابِ ثاقب کی طرح چمکا اور نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ اپنے پیچھے ایک نقرئی لکیر چھوڑ گیا۔ ◻◻

مہمانوں کا اکرام

احادیث میں اکرام ضیف کو ایمان کی علامت بتایا گیا ہے، حضرت باندویؒ کے یہاں اس کا اہتمام آخری حد تک تھا، مہمانوں کی آمد تو وقت بے وقت ہوتی ہی رہتی تھی، مولانا مہمانوں کو مدرسہ کے ذمہ نہ کرنا چاہتے تھے، اب اس کی صورت یہی تھی کہ اپنے گھر جو کچھ ہو یا ہوسکے تو لے آئیں، اور بعض بہت ہی قریبی عزیزوں کے گھروں سے کچھ لے آئیں۔ مولانا کا کمرہ جو دار الضیافت بھی تھا، اس میں ایک عدد المونیم کی سینی، چار عدد المونیم کے پیالے اور ایک کپڑا جس میں مختلف رنگوں کے کپڑوں کے پیوند لگے ہوئے تھے، رکھا تھا۔ اگر بے وقت مہمان آتے تو حضرت خود ہی یہ مذکورہ سامان اٹھاتے اور چل دیتے اور اپنے گھر اور عزیزوں کے گھروں سے کھانا لانے کے لئے، جس کا گھر راستہ میں پڑ جاتا، آواز دیتے جاتے، اور ایک پیالہ پکڑاتے جاتے، صاحبِ خانہ اپنے گھر سے جو کچھ ہوسکتا تھا، مدرسہ لے کر پہنچ جاتے، پھر حضرت اپنے گھر جاکر جو کچھ ملتا یا جلد انتظام ہوسکتا، لے آتے۔ میں الحمد للہ مولاناؒ کے کسی حد تک قریب تھا، کبھی کبھی یہ کام میں نے بھی کیا، مگر بہت کم، گاؤں کے لوگوں کا میرے ساتھ بھی بہت محبت کا تعلق تھا۔ ایک دفعہ حضرتؒ کی عدم موجودگی میں بے وقت ایک مہمان آگئے، ایک بہت ہی قریبی دوست کے گھر جاکر میں نے بھی آواز لگادی، وہ گھر پر نہ تھے، بچوں کے ذریعہ اپنی بات اندر تک پہنچادی کہ مہمان آگئے ہیں، ایک پیالہ سالن یا دال دے دیں، اللہ ان کی اہلیہ کو بہت ہی جزائے خیر دے کہ انہوں نے بچے کے ذریعہ پوری پتیلی باہر بھیج دی کہ مہمانوں کو کھلادیں، جو بچ جائے واپس کردیں، ابھی بچوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ اس گاؤں کے لوگ مہمان نوازی میں بے مثال تھے، حضرتؒ گاؤں کے لوگوں کے احسانات کا جو مدرسہ کے ابتدائی زمانہ میں ان لوگوں نے کئے تھے، بہت تذکرہ فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ میں حضرتؒ کی اس سنت پر کبھی کبھی عمل کرلیا کرتا تھا، لیکن حضرتؒ کو یہ بات برداشت نہ تھی، کہ میں کسی کے دروازہ پر جاکر اس طرح آواز لگاؤں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرتؒ کی کچھ طبیعت خراب تھی، گھر تشریف لے گئے تھے کہ بے وقت مہمان آگئے، میں نے سوچا کہ حضرتؒ کو زحمت ہوگی، خود ہی کچھ انتظام کرلیا جائے، وہی سینی اور کٹورے لے کر چل دیا، کسی ذریعہ سے مہمانوں کا حضرتؒ کو علم ہوگیا، فوراً چلے آئے، ادھر سے میں مدرسہ سے نکل چکا تھا، راستہ میں ملاقات ہوگئی، حضرت کی آنکھوں سے آنسوں بہہ پڑے اور فرمایا: ”مولانا سب کام آپ سے کرالیتا ہوں، یہ کام آپ سے نہیں کراؤں گا“، پھر بڑے درد سے فرمایا ”یہ تو میرے نصیب ہی میں لکھا ہے“۔ (مولانا محمد زکریا سنبھلی، پیغام محمود ۹۱)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۲۶)

چونکہ ریاستہائے متحدہ کی حکومت پارلیمنٹری طرز کی نہیں اور انتظامیہ کو ایوانِ نمائندگان نہیں کنٹرول کرسکتا اس لیے سینیٹ کا اثر اور اختیار ایوانِ نمائندگان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ دونوں کا کوئی مقابلہ ہی نہیں اس لیے کہ یہ اپنے انتظامی اختیارات کی وجہ سے انتظامیہ کو کنٹرول کرتی ہے۔ چونکہ اس کے ممبروں کی تعداد کم ہے اور ممبری کی مدت طویل ہوتی ہے اس لیے ایوانِ نمائندگان کے مقابلے میں زیادہ اہم جماعت بن گئی ہے۔ ایوانِ نمائندگان اس کے مقابلے میں زیادہ بڑی جماعت ہے۔ پر اس کے ممبر دو سال کی مختصر مدت کے لیے چنے جاتے ہیں۔ اس مختصر مدت میں وہ بہت سے مسئلوں کو سرے سے سمجھ ہی نہیں سکتے اور نہ زیادہ مفید کام کرسکتے ہیں کیونکہ انھیں ہر وقت انتخاب کا خیال پریشان کیے رہتا ہے۔ برعکس اس کے سینیٹ کے ممبر چھ سال کے لیے چنے جاتے ہیں اور اس وجہ سے انھیں اگلے الیکشن کی اتنی زیادہ فکر بھی نہیں لگی رہتی اس لیے وہ زیادہ اطمینان کے ساتھ اپنا کام کرتے ہیں اور اپنے حسن کارکردگی (Efficiency) کا ثبوت دیتے ہیں۔ سینیٹ کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں بالعموم بڑے تجربہ کار سیاستدانوں اور قانون سازی کا تجربہ رکھنے والے اشخاص کو چنا جاتا ہے اس لیے اس کے ممبروں کو زیادہ وقعت اور احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ چونکہ سینیٹ کو براہِ راست عام ووٹر منتخب کرتے ہیں اس لیے اسے رائے عامہ کی تائید حاصل رہتی ہے اس لیے ایوانِ نمائندگان اس کے فیصلوں کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ برعکس اس کے اگر اس کا انتخاب براہِ راست نہ ہوتا اور اسے بالواسطہ طریقے سے منتخب کیا جاتا تو پھر ایوانِ نمائندگان کی پوزیشن زیادہ اونچی ہوتی کیونکہ جمہوری حکومت میں عوامی منتخبہ جماعت کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے ممبروں میں بہت زیادہ یکجہتی پائی جاتی ہے۔ جس وقت کہ سینیٹ کو اس کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اختیارات خطرے میں ہیں تو پھر ساری کی ساری سینیٹ اس کے مقابلے کے لیے متحد ہوجاتی ہے۔ اس کی اہمیت کو ان لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے کہ بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ جنھیں صدر اور سینیٹ ایوانِ نمائندگان کی منظوری اور رضامندی کے بغیر کرسکتے ہیں۔ لیکن سینیٹ کی منظوری کے بغیر نہ تو صدر کوئی کام کرسکتا ہے اور نہ ایوانِ نمائندگان۔

گاھے گاھے باز خواں......

ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۱۴ر تا ۲۰ر فروری ۲۰۰۶ء

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

فروری ۲۰۰۶ء میں امیر الہند فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا سانحۂ وصال پیش آیا تھا جس نے پوری ملت کو غم واضطراب کی کیفیت میں مبتلا کردیا تھا۔ اس موقع پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے بھی ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

امیر الہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ اپنی پچپن سالہ قومی وملّی اور انسانی خدمات کا شاندار ذخیرہ لے کر اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ چکے ہیں، اب ہمارے پاس سوائے آنسوؤں اور ان کے لیے کلماتِ مغفرت ودعائے رفع درجات کے کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے۔

امیر الہندؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اہم صفات سے نوازا تھا۔ علم وعمل کی خصوصیات ان میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ قومی وملّی خدمت ان کے رگ وپے میں رچ بس گئی تھی اور جب انھیں یہ معلوم ہوجاتا کہ کہیں بھی انسانیت پر ظلم ہورہا ہے وہ تڑپ اُٹھتے اور ظالم کے خلاف سینہ سپر ہوجاتے۔ فرقہ وارانہ فسادات پر ان کا ردِّ عمل ہمیشہ تیکھا ہوتا تھا اور وہ فسادات میں ہونے والی بربریت کے خلاف نہ صرف آواز اُٹھاتے بلکہ اس کے تدارک کے لیے بھی میدان میں نکل پڑتے تھے۔ علوِ ہمّت، حوصلہ اور راہِ عزیمت پر چلنا انھیں ورثہ میں ملا تھا۔ فرقہ وارانہ فسادات کی جلتی اور دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑنا مولانا مدنیؒ کا ایک معمول بن چکا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں ابھی آپ نے نظامت عمومی کا منصب سنبھالا ہی تھا کہ کلکتہ میں فرقہ پرستوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنی شروع کردی حالانکہ وہ شعبان کے اواخر کا وقت تھا جب حضرت مولانا مرحوم دیوبند سے گیا کے لیے رمضان المبارک وہاں گزارنے کے لیے پابہ رکاب تھے مگر حضرتؒ کلکتہ کے اس فرقہ وارانہ فساد کی خبر سن کر بے تاب ہوگئے، اسی دوران آپ نے خواب میں اپنے والد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی زیارت کی جو فرمارہے تھے: ”کلکتہ میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں اور تم یہاں میٹنگ میں بیٹھے ہوئے ہو۔“ پھر کیا تھا مجاہدِ ملّتؒ کا یہ حقیقی جانشین اور حضرت شیخ الاسلامؒ کا پرتو سربکف ہوکر کلکتہ جاپہنچا اور آگ وخون کی ہولی میں کود پڑا۔ کلکتہ اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں مسلمانوں کے جلے ہوئے مکانوں، کارخانوں اور دکانوں کو بچشم خود ملاحظہ کیا۔ ریلیف کیمپوں میں جاکر بے سہارا لٹے پٹے ہوئے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی اور حسب استطاعت ان کے لیے ریلیف کا بندوبست کیا پھر مرکزی حکومت کے وزراء سے ملاقات کرکے انھیں حقیقی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ ابھی کلکتہ میں فسادات کی آگ سرد نہ ہوپائی تھی کہ مارچ ۱۹۶۴ء میں اڑیسہ اور بہار کے صنعتی شہروں جمشید پور، راوڑکیلا اور چائباسہ وغیرہ میں منصوبہ بند طریقہ پر قتل وغارتگری کا بازار گرم کردیا گیا۔ چند ہی دنوں میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرکے ان کی املاک وجائیدادوں کو لوٹ لیا گیا اور آگ لگادی گئی، ان شہروں میں ظلم وتشدد اور قتل وغارتگری کے وہ مناظر سامنے آئے جن سے ہٹلر کی روح بھی شرما گئی ہوگی۔ حضرتؒ نے ان علاقوں کا بھی جلتی ہوئی آگ کے دوران دورہ کیا، فسادات کی روک تھام کے لیے مرکزی وریاستی حکومتوں کو توجہ دلائی اور پوری تندہی کے ساتھ مظلوم ومتاثرہ مسلمانوں کے لیے ریلیف کا بندوبست کیا حالانکہ حضرت امیر الہندؒ اس وقت پارلیمنٹ کے رُکن نہیں تھے مگر چونکہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے رکن بن چکے تھے اس لیے حکومت اور اس کے وزراء سے برابر رابطہ رہتا تھا۔ کلکتہ کے فساد پر حضرتؒ نے اس وقت کے وزیر داخلہ کو جو مکتوب تحریر فرمایا تھا اس کی زبان انتہائی سخت تھی اور آپ نے صاف صاف تحریر فرمایا تھا کہ ”جو حکومت ملک میں امن وانتظام قائم رکھنے میں ناکام رہے وہ حکومت کہلانے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔“ خونی فسادات کا ہی یہ تسلسل تھا جس نے امیر الہندؒ کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ اگر حکومت اور اکثریتی فرقہ کے امن پسند سیکولر لوگوں کو ساتھ لے کر اس درندگی کا مقابلہ نہ کیا گیا تو یہ سلسلہ عفریت کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ قومی جمہوری کنونشن ۱۹۶۴ء اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا جس میں آپ نے کنونشن کی ضرورت پر زور دیتے کہا تھا:

”ہمارے بزرگوں نے مسلم لیگ کی فرقہ پرستی کے مقابلہ میں جس جواں مردی کا ثبوت دیا جس طرح اپنی بے عزتی کرائی جس طرح اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا کانگریس کے رہنماؤں نے ہندو فرقہ پرستی کے مقابلہ میں اس کا ہزارواں حصّہ بھی اپنی قوم پرستی کا ثبوت نہیں دیا یہ آزمائش تھی قوم پرستی کی جس میں ہمارے کانگریسی ساتھی فیل ہوگئے۔ کرسیوں کو بچانے میں لگ گئے اپنے اُصولوں کی حفاظت کے لیے کچھ نہ کیا۔ تاریخ کا مسلسل عمل یہ بتاتا ہے کہ جو پارٹی اور جماعت اپنے اصولوں کے لیے قربانی نہیں دے سکتی اس کے ہاتھوں سے اقتدار چھین لیا جاتا ہے۔“

امیر الہندؒ کی یہ پرعزم للکار تھی جس نے حکومت کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے کانگریسیوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لیے کوئی موثر لائحۂ عمل تجویز کریں۔ اس کنونشن کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ فرقہ وارانہ فسادات کی وہ لہر جو پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے لیے بیتاب تھی منجمد ہوگئی اور مسلمانوں کو سر اُٹھا کر چلنے کا موقع حاصل ہوگیا۔

۱۹۶۸ء میں حضرتؒ کو پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا راجیہ سبھا کی رُکنیت کے لیے منتخب کیا گیا۔ ۱۹۶۹ء کے آخر میں گجرات کے معروف شہر احمد آباد میں فرقہ واریت کا ننگا ناچ کھیلا گیا، مسلمانوں پر الزام تھا کہ انھوں نے پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگایا ہے، اس سلسلہ میں ۱۹ر نومبر ۱۹۶۹ء کو حضرتؒ نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی جس میں انھوں نے حکومت اور سیکولر عوام کو للکارتے ہوئے فرمایا:

”آخر یہ کیا بات ہے کہ ملک کے امن پسند اور انصاف دوست طبقوں اور حکومت کے ذمہ داروں کی فرقہ پرستی سے بیزاری اور اسے ملک دشمن سمجھنے کے باوجود اب تک ہمارے ملک سے یہ بدقسمتی دور نہیں ہوئی ہے جس کے منصوبے ایک مخصوص طبقہ کی نسل کشی کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جو اس طرح ہندستان کی تاریخ میں نازی ازم کی تجدید کررہے ہیں۔“

اس کے بعد ۳۰ر اپریل ۱۹۷۰ء کو وزارت داخلہ کی کارکردگی پر بحث کے دوران مولانا مدنی قدس سرہٗ نے بڑے تلخ لہجہ میں فرمایا کہ:

”میں ملک کے ہر ذمہ دار شہری کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ عوام کی محافظ اس وزارت نے اپنی ذمہ داری کو نہ صرف پورا نہیں کیا ہے۔ بلکہ بار بار اپنے فرائض سے بے رحمانہ غفلت برتی ہے۔ آج ملک کا پورا سماجی ڈھانچہ بگڑ چکا ہے اور کرپشن وبدعنوانیوں کے ساتھ ساتھ تشدد وبربریت اور فاشزم کے اعداد وشمار میں اضافہ ہوا ہے۔“

۱۹۸۰ء میں مراد آباد کا تاریخی فرقہ وارانہ فساد رونما ہوا جو عین عید الفطر کے دن برپا کیا گیا تھا۔ فساد

عالمِ اسلام

یونیسکو نے عربی رسم الخط کو ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل کرلیا

سعودی وزیر ثقافت شہزادہ بدر بن فرحان نے کہا ہے کہ یونیسکو نے عربی رسم الخط کو اپنے ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ سعودی عرب نے پندرہ عرب ممالک کی شراکت سے یہ اعزاز حاصل کیا ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق شہزادہ بدر بن فرحان نے عربی رسم الخط کے یونیسکو کے غیر مادی ثقافتی ورثے کی فہرست میں شامل کیے جانے پر سعودی قیادت کو مبارکباد دی ہے۔ وزیر ثقافت کا کہنا تھا کہ عربی رسم الخط کا یونیسکو کے پاس ثقافتی ورثے کی فہرست میں اندراج وزارت کی فکر اور حکمت عملی کے عین مطابق ہے۔ وزارت اس حوالے سے متعدد اقدامات کر چکی ہے۔ ۲۰۲۰ء اور ۲۰۲۱ء کے دوران عربی رسم الخط کا سال منایا گیا۔ اس سے یہ بات ریکاڈ پر آئی ہے کہ مملکت عربی رسم الخط کا عالمی مرکز ہے۔ سعودی وزارت ثقافت نے کہا کہ یونیسکو کے پاس عربی رسم الخط کے اندراج سے ثقافتی ورثے کو فروغ ملے گا۔ مختلف ملکوں میں عربی رسم الخط پروان چڑھے گا۔ عربی رسم الخط عرب تشخص کی علامت مانا جاتا ہے۔ اس کی بدولت تاریخ کے مختلف ادوار میں عربی ثقافت دنیا بھر میں منتقل کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔ پیشہ ور خطاط عربی رسم الخط کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ آرٹسٹ اور ڈیزائنر بھی سنگ تراشی، دیواری آرٹ اور فن پاروں میں عربی رسم الخط استعمال کر رہے ہیں۔ اسی طرح دستکار بھی عربی رسم الخط کے ذریعے اپنی مصنوعات کو مزین کرتے ہیں۔

بیرون ملک سے ۱۲ سال اور اس سے زیادہ عمر کے افراد کیلئے عمرہ ویزے

سعودی وزارت حج وعمرہ نے کہا ہے کہ بیرون مملکت سے بارہ برس اور اس سے زیادہ عمر کے افراد کو عمرہ ویزے جاری کیے جائیں گے۔ عمرہ کمپنیاں عمرے کے اجازت نامے نکالیں گی۔ عکاظ اخبار کے مطابق وزارت حج وعمرہ نے کہا ہے کہ مسجد الحرام، مکہ مکرمہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ اور روضہ شریفہ میں نماز اور عمرہ کی اجازت بارہ برس اور اس سے زیادہ عمر کے سعودی شہریوں، اندرون مملکت مقیم غیر ملکیوں، جی سی سی ممالک کے باشندوں اور مختلف ویزوں پر آنے والے افراد کو دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ توکلنا ایپ پر (محصن) سٹیٹس ضروری ہے۔ جی سی سی ممالک کے باشندوں کے حوالے سے وزارت حج نے کہا کہ انہیں سعودی عرب میں داخل ہونے سے قبل (مقیم) پلیٹ فارم پر ویکسین حاصل کرنے کا اندراج کرنا ہوگا۔ جی سی سی کے شہری مملکت پہنچنے کے بعد اعتمر نا اور توکلنا ایپ پر اپنا ویکسین ریکارڈ درج کرائیں گے۔ توکلنا ایپ میں صحت سٹیٹس اپ ڈیٹ کرنے کے بعد عمرہ، نماز اور زیارت کے اجازت نامے توکلنا ایپ کے ذریعے حاصل کیے جاسکیں گے۔ وزارت حج کا کہنا ہے کہ مختلف ویزوں پر بیرون مملکت سے آنے والوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مملکت پہنچنے سے قبل قدوم پلیٹ فارم پر ویکسین کا اندراج کرائیں اور مملکت پہنچنے کے بعد توکلنا اور اعتمر نا میں اندراج کرائیں پھر توکلنا صحت اپ ڈیٹ کرانے کے بعد توکلنا یا اعتمر نا ایپس میں سے کسی ایک کے ذریعے عمرہ، نماز اور زیارت کے اجازت نامے حاصل کر سکیں گے۔ وزارت حج وعمرہ نے اس سے قبل کہا تھا کہ بیرون مملکت سے عمرہ کا اجازت نامہ اور مسجد الحرام میں نماز کا اجازت نامہ صرف ان زائرین کے لیے جاری ہوگا جن کی عمریں ۱۸ سے ۵۰ برس ہوں گی۔ بعدازاں وزارت نے ۵۰ والی انتہائی حد ختم کر دی جبکہ بارہ برس اور اس سے زیادہ عمر کے امیدواروں کو عمرے پر آنے کی اجازت دی ہے۔

نئی نسل منشیات کے حصار میں — علاج کیا ہے؟

تحریر: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

نئی نسل کسی بھی ملک کی معاشی، تعلیمی، اقتصادی اور سماجی فلاح و بہبود وترقی میں ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جوانی وہ عرصۂ حیات ہے؛ جس میں اِنسان کے قویٰ مضبوط، ہمّتیں جوان اور حوصلے بلند ہوتے ہیں۔ ایک باہمت جوان پہاڑوں سے ٹکرانے، طوفانوں کا رخ موڑنے اور آندھیوں سے مقابلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے؛ اسی لیے شاعر اسلام علامہ اقبال سمیت متعدد شعرانے نئی نسل کو اپنی توقعات کا محور بنایا ہے اور بہ راہ راست ان سے خطاب کرتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے۔ ایک موقع پر اقبال مرحوم اپنے رب سے یوں دعا کرتے ہیں:

جوانوں کو مری آہ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نور بصیرت عام کر دے

ہم اگر ماضی پر نظر دوڑائیں تو اندازہ ہوگا کہ ایک زمانہ تھا جب اسکولوں، کالجوں میں کھیل کے میدان ہوتے تھے، جہاں کھیلوں کے مقابلے منعقد کیے جاتے تھے، اس میں ہر طبقے کے بچّے شامل ہوتے تھے، ان کھیلوں کے ذریعے صبر و برداشت، دوڑ دھوپ اور مقابلہ کرنے کے جذبات پیدا ہوتے تھے؛ مگر افسوس کہ آج ہمارے نوجوان جہد وعمل سے کوسوں دور انٹرنیٹ اور منشیات کے خوف ناک حصار میں جکڑے ہوئے ہیں، انہیں اپنے تاب ناک مستقبل کی کوئی فکر نہیں، وہ اپنی متاع حیات سے بے پرواہ ہوکر تیز گامی کے ساتھ نشہ جیسے زہر ہلاہل کو قند سمجھ رہے ہیں اور ہلاکت و بربادی کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔ اب تو سگریٹ وشراب نوشی کی وجہ مجبوری یا ڈپریشن نہیں ہے؛ بل کہ ہم عصروں اور دوستوں کو دیکھ کر دل میں انگڑائی لینے والا جذبۂ شوق ہے، جو نوجوانوں کو تباہ وبرباد، ان کے زندگی کو تاریک واندھیر اور ان کی جوانی کو بہ تدریج کھوکھلا کرتا جا رہا ہے۔

دوسروں کی دیکھا دیکھی ایک دو بار نشہ استعمال کرنے والا فرد کچھ عرصے بعد یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اسے نشہ ہر حال میں استعمال کرنا ہے پھر وہ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس کی تلاش، خرید اور استعمال میں صرف کر دیتا ہے اور چاہ کر بھی اس عمل کو روک نہیں سکتا چاہے اس کی زندگی کے اہم معاملات (خاندان، اسکول، کام) بھی اس کی وجہ سے متاثر ہو رہے ہوں۔ الا ماشاءاللہ

اسباب و وجوہات

بوڑھوں اور عمر رسیدہ افراد میں منشیات استعمال کرنے کی وجہ جو ہو سو ہو؛ مگر اکثر بچے اور نوجوان، والدین کی غفلت اور ان کے سرد رویے کی وجہ سے نشے کی لت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو غلط صحبت کا اثر انہیں لے ڈوبتا ہے۔ کبھی کبھی مسائل سے چشم پوشی اور حقیقت سے فرار حاصل کرنے کے لیے بھی نشہ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نوجوان نسل فیشن کے طور پر سگریٹ نوشی یا دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال شروع کرتی ہے۔

ہمارے معاشرہ میں منشیات اور دیگر فواحش کے فروغ کی بنیادی وجہ مغرب کی اندھی نقالی اور غلامی کے مزاج ہے، اسلام کا مکمل علم نہ ہونے، اپنی دینی تعلیمات پر بصیرت واعتماد نہ ہونے اور روح کے بجائے مادے کو ترجیح دینے کے مزاج کی وجہ سے امت کی اکثریت مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب اور منکرات سے لبریز کلچر کی اندھا دھند نقالی اور غلامی کر رہی ہے۔ اسی مغرب پرستی نے ہمارے سماج میں دیگر لعنتوں کے ساتھ منشیات کی لعنت کو بھی پروان چڑھایا ہے، اور یہ خمار اس وقت تک نہیں اترے گا جب تک نقالی اور غلامی کا مزاج ختم نہ ہوجائے۔ شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کی بہتات کا ایک سبب ٹی وی پر دکھائے جانے والے مخرب اخلاق پروگرام اور فواحش ومنکرات پر مبنی فلمیں ہیں۔ چوں کہ شراب نوشی اور کسی نہ کسی شکل میں نشہ خوری کے مناظر تمام فلموں میں پائے جاتے ہیں، یہی چیز نوجوانوں میں منشیات کی لت پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

منشیات کا استعمال شریعت مطہرہ کی نظر میں

انسانی زندگی اللہ تعالی کا عطیہ اور اس کی گراں قدر نعمت ہے جس کی قیمت ہر فرد بشر پر عیاں ہے اور اس کی حفاظت ہر ہوش مند آدمی پر واجب ہے، اگر وہ اس کی ناقدری کرتے ہوئے اسے ضائع کرتا ہے یا اس کی حفاظت سے روگردانی کرتا ہے تو یہ اس نعمت کے ساتھ ناانصافی اور اللہ تعالی سے بغاوت کے مرادف ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس کے زیاں پر وعید شدید سنائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالی تم پر نہایت مہربان ہے اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ (النساء) ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے: اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ (البقرۃ) اسی طرح منشیات کی قباحت پر یہ آیت نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے: اے ایمان والوں بلاشبہ شراب اور جوا، بت اور پانسے گندے اور شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ (مائدۃ)

قرآنی آیات کے بعد منشیات کی حرمت کے سلسلہ میں ایک نظر نبوی تعلیمات پر بھی ڈالتے چلیں! حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر قسم کی خمر حرام ہے۔ (مسلم شریف) اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت ہے کہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کا ایک گھونٹ پینا بھی حرام ہے۔ (ترمذی شریف) اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک خوبصورت عورت نے اپنے پاس شراب رکھی اور ایک بچہ کو رکھا اور ایک شخص کو مجبور کیا کہ وہ تین میں سے کم از کم ایک برائی ضرور کرے، یا تو وہ اس عورت کے ساتھ بدکاری کرے، یا اس بچہ کو قتل کردے، یا شراب پیئے، اس شخص نے سوچا کہ شراب پینا ان تینوں میں کمتر ہے؛ چنانچہ اس نے شراب پی لی؛ لیکن اس شراب نے بالآخر یہ دونوں گناہ بھی اس سے کرالیے۔ (نسائی)

ابن باز لکھتے ہیں: سگریٹ نوشی حرام ہے کیوں کہ یہ گندی چیز ہے اور بہت سے نقصانات پر مشتمل ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے لئے کھانے پینے کی چیزوں میں سے پاکیزہ چیزیں ان پر حلال ومباح کی ہیں اور گندی چیزوں کو حرام کیا ہے اور تمباکو اپنی تمام قسموں سمیت پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں بلکہ گندی چیزوں میں سے ہے، اسی طرح تمام نشہ آور چیزیں بھی گندی چیزوں سے ہیں۔ اس لیے تمباکو نہ پینا جائز ہے نہ اس کی بیع وشراء اور تجارت جائز ہے، جیسا کہ شراب کی صورت ہے۔ لہذا جو شخص سگریٹ پیتا ہے اور اس کی تجارت کرتا ہے اسے جلد ہی اللہ تعالی کے حضور رجوع اور توبہ کرنا، گذشتہ فعل پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرنا چاہیے، اور جو شخص سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اے ایمان والو! سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو؛ تا کہ تم فلاح پاؤ!۔

اس کے علاوہ سگریٹ نوشی اور دیگر نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت میں استعمال شدہ دولت بھی اسراف وتبذیر کے زمرے میں آتی ہے؛ چنانچہ اللہ پاک فرماتے ہیں: بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ (بنی اسرائیل) اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے حتی کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جاوے گا: اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی اور اس کی جوانی کے متعلق کہ کہاں میں گزاری اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور اس پر عمل کیا کیا جو جانا۔ (ترمذی) مختصر یہ کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال جسمانی اعتبار سے بھی مضر ہے، مالی و معاشی حیثیت سے بھی تباہی کن ہے، اور سماجی و اخلاقی نقطہ نظر سے بھی سم قاتل ہے۔

> **اکثر بچے اور نوجوان، والدین کی غفلت اور ان کے سرد رویے کی وجہ سے نشے کی لت کا شکار ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ تو غلط صحبت کا اثر انہیں لے ڈوبتا ہے۔ کبھی کبھی مسائل سے چشم پوشی اور حقیقت سے فرار حاصل کرنے کے لیے بھی نشہ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ نوجوان نسل فیشن کے طور پر سگریٹ نوشی یا دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال شروع کرتی ہے۔**

منشیات کے طبی نقصانات

نیوزی لینڈ میں ہونے والی ایک تحقیق کے دوران سر درد اور سگریٹ نوشی کے عمل کے درمیان گہرا تعلق دیکھا گیا ہے، ماہرین نے اپنی تحقیق میں مردوں اور عورتوں کو شامل کیا جنہوں نے بتایا کہ انہیں گیارہ سے تیرہ سال کی عمر میں سر درد شروع ہوا اور وہ اسی عمر سے سگریٹ نوشی بھی کر رہے ہیں۔ گزشتہ 15 سال سے سگریٹ نوشی کرنے والے ایک گروپ میں شامل افراد نے کہا کہ انہیں علم ہے کہ جب وہ زیادہ سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو سر درد بڑھ جاتا ہے۔ مذکورہ تحقیق سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ یہ اشیاء انسان کے لئے سمِّ قاتل ہیں، اگر کوئی شخص ان کے نقصانات کو جانتے ہوئے ان کا استعمال کرتا ہے تو یہ خودکشی کے زمرے میں آتا ہے، اور خودکشی کی جو سزا شریعت میں متعین کی گئی ہے وہ ہر مسلمان کے لیے ظاہر و باہر ہے۔ اس مناسبت سے منشیات کے کچھ طبی نقصانات بھی ذیل میں مذکور ہیں:

(۱) ان کے استعمال سے دانت خراب ہوجاتے ہیں اور منہ سے بدبو آنے لگتی ہے۔

(۲) ماہرین کے نزدیک تمباکو وغیرہ میں بے حد زہریلے اجزاء نکوٹین، فیرفورال، پاسٹریڈن وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ زہریلے اجزا انسانی جسم پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور فاسد مادے پیدا کرتے ہیں ان کے استعمال سے خون کا رنگ متاثر ہوتا ہے، خون زردی مائل اور پتلا ہوجاتا ہے۔

(۳) اس سے عضلات کمزور اور ڈھیلے ہوجاتے ہیں

(۴) منشیات کے زیادہ استعمال سے جسم کے افعال میں بے ترتیبی پیدا ہوتی ہے، معمولی محنت سے انسان کی سانس پھولنے لگتی ہے اس سے دل کا دس فیصدی کام بڑھ جاتا ہے اور انسان کی عمر دس فی صد کم ہوجاتی ہے۔

(۵) ان سے پھیپھڑوں کے مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں انسان کے سونگھنے کی طاقت کم ہوجاتی ہے۔

(۶) ان کے استعمال سے معدہ آنتوں کی اندرونی سطح پر ایک قسم کا چپک دار مادہ جمع ہو جاتا ہے جو ان کی ساخت کو متاثر کرتا ہے اس سے معدہ خراب اور بھوک کم لگتی ہے۔

(۷) تمباکو سگریٹ نسوار وغیرہ مسلسل لگاتار استعمال کرنے سے یہ سرطان کا باعث بنتے ہیں: بل کہ کینسر کی سترہ اقسام ہیں جن کی وجہ تمباکو کا استعمال ہے۔ اِن میں منہ، جلد، گلے، سینے، پھیپھڑے، معدے، مثانہ وغیرہ کا کینسر شامل ہے۔

(۸) ان کے استعمال سے بصارت وبینائی کم ہو جاتی ہے۔ (۹) ان کے استعمال سے انسان کے اندر چڑچڑا پن، غصہ، سستی، ضد، ڈر، خوف، بدمزاجی پیدا ہو جاتی ہے۔ (۱۰) ان کا استعمال رعشہ، نزلہ، زکام کا بہت بڑا سبب ہے۔

خلاصۂ کلام:

دراصل افراد معاشرے کا سرمایہ ہے، فرد کا زیاں خاندان اور سماج کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ آج بحیثیت انسان اور مسلمان ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم معصوم بچوں اور نوجوان نسل کو نشے کی لعنت سے بچائیں۔ تمام مذہبی ادارے، اسکول وکالج، سماج سدھار تنظیمیں، این جی او اور حکومتی سطح پر بھی یہ کام سرانجام دیا جانا چاہیے، یہ برائی ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہی اور ہمیں معاشرے کو اس برائی سے بچانا ہے۔ آج یہ کام ہمارے لئے فرض عین کی شکل اختیار کر گیا ہے اور اس کے لئے ہم سب کو متحد ہوکر ایک پلیٹ فارم پر آنا ہوگا تا کہ معاشرے کو اس لعنت سے پاک کر سکیں۔

یاد رہے کہ جب تک منشیات کے استعمال کے رواج اور بڑھا وا دینے والے اسباب ومحرکات کا خاتمہ نہیں کیا جائے گا، اس کے سد باب کی سنجیدہ کوشش نہیں کی جائے گی اس وقت تک اس مسئلے کو کنڑول نہیں کیا جاسکتا اور جب تک زندگی کے دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے ذمہ داران بالخصوص علمائے کرام وغیرہم منبر ومحراب سے منشیات کی روک تھام کے لیے سنجیدہ کردار ادا نہیں کریں گے اس وقت تک اس سنگین صورت حال پر قابو پانا مشکل ہے۔

یہ کس درجہ افسوس ناک بات ہے کہ سگریٹ سازی کی صنعت کو باقاعدہ قانونی حیثیت حاصل ہے؛ لیکن یہ کس قدر مضحکہ خیز امر ہے کہ سگریٹ کی ڈبیہ پر "خبردار! تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر ہے" جیسا وعظ رقم کیا جاتا ہے؛ لیکن اس سگریٹ سازی کی صنعت کو روکنے یا اس کی خرید وفروخت کے حوالے سے کسی قسم کی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ تمباکو نوشی، شراب نوشی، گانجے اور چرس کے خلاف صرف ایک دن نہیں؛ بلکہ برس کے بارہ مہینے مہم چلائی جائے اور تمام طبقات بالخصوص میڈیا اور منبر ومحراب منشیات کے سدباب کے حوالے سے اپنا کردار ادا کریں۔ □□

شریعت اسلامی اور مولانا آزادؒ کا موقف: ایک جائزہ

تحریر: عارف عزیز، بھوپال

مولانا ابوالکلام آزاد کی جامع صفات شخصیت نصف صدی تک برصغیر کی سیاست پر چھائی رہی اور اپنی اسلامی فکر، علمی تبحر اور سیاسی تدبر کو بروئے کار لاکر قوم کی رہبری کا فرض انجام دیتی رہی، دستِ فیاض نے مولانا آزاد کے اندر سلامتِ فکر اور صلابتِ کردار کے جو جوہر رکھے تھے ان کا ہی نتیجہ ہے کہ انہوں نے نیشنلزم کے راستہ پر اپنے قدم بڑھائے تو پیچھے مڑکر نہیں دیکھا نہ کبھی اپنی مذہبی فکر کو سیاست کے تابع کیا اور نہ قومی مفاد کو گروہی تنگ نظری پر قربان ہونے دیا۔ ایک زبردست عالمِ دین کی حیثیت سے مولانا ابوالکلام آزاد نے مذہب کا گہرا مطالعہ کیا تھا، ان کی وطن پرستی بھی مذہب کے اسی معروضی مطالعہ کی دین ہے جس کے وسیلہ سے انہوں نے تحریکِ آزادی میں جہادِ فی سبیل اللہ کا نعرہ لگایا اور مسلمانوں کو واضح الفاظ میں تلقین کی:

''ہندوؤں کے لئے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا داخل حب الوطنی ہے لیکن مسلمانوں کے لئے ایک فرض دینی ہے اور داخلِ جہاد فی سبیل اللہ ہے، اللہ نے ان کو اپنی راہ میں مجاہد بنایا ہے اور جہاد کے معنی میں ہر وہ کوشش داخل ہے جو حق وصداقت اور انسانی بندو استبداد وغلامی توڑنے کے لئے کی جائے۔'' (الہلال ۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء)

مولانا آزاد کی فکر ونظر کا مطالعہ عام طور پر ایک نیشنلسٹ سیاست داں کی حیثیت سے کیا جاتا ہے لیکن بنیادی طور پر وہ ایک عالم دین، مفکر اور مدبر تھے جن کو قدرت نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا اور انہوں نے اپنی ان اکتسابی و وہبی صلاحیتوں کا مختلف میدانوں میں انفرادی شان کے ساتھ مظاہرہ کیا، درحقیقت ان کے سامنے ایک اہم مقصد ہندوستان کے بدلے ہوئے حالات میں مسلمانوں کے ذہنی سانچے کو تبدیل کرنا تھا، خود مولانا نے جس وقت ہوش سنبھالا اس وقت ایک ملت کی حیثیت سے مسلمانوں پر مایوسی طاری تھی، صدیوں تک ہندوستان میں برسرِ اقتدار رہنے کے بعد اس سے محرومی نے انہیں مضحل کررکھا تھا، مستقبل کا کوئی واضح نقشہ من حیث القوم مسلمانوں کے سامنے نہ ہونے کی وجہ سے قومی زندگی کی سرگرمیوں سے وہ الگ تھلگ ہوگئے تھے، انگریزوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے پیش نظر ہندوؤں اور مسلمانوں کو اکثریت واقلیت کے خانوں میں تقسیم کردیا تھا، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اکثریت پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہ تھی بلکہ سرسید جیسے رہنما چاہتے تھے کہ انگریز اس وقت تک ہندوستان میں موجود رہیں جب تک کہ مسلمانوں کے تحفظ کی کوئی معقول صورت نہ نکل آئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے انگریزوں کے اس پرفریب جال کو توڑنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اپنے وسیع علم، گہرے شعور اور مذہبی تعلیمات کی روشنی میں جو درس دیا ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کے الفاظ میں ''مولانا کی وہ سب سے بڑی خدمت ہے'' جس کے ذریعہ انہوں نے عوام الناس کو مذہب کے حقیقی پہلوؤں سے روشناس کرایا کہ مذہب کا ایک منفی پہلو اختلافِ باہمی یا نفرت کو ہوا دینا ہے جو جھوٹا اور غلط ہے، مذہب کا دوسرا پہلو ایک دوسرے کو باہم قریب لانا اور ان میں مفاہمت پیدا کرنا ہے یہی سچا اور حقیقی ہے۔

> **مولانا آزاد کی فکر ونظر کا مطالعہ عام طور پر ایک نیشنلسٹ سیاستداں کی حیثیت سے کیاجاتا ھے لیکن بنیادی طور پر وہ ایک عالم دین، مفکر اور مدبر تھے جن کو قدرت نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا اور انھوں نے اپنی صلاحیتوں کا مختلف میدانوں میں انفرادی شان کے ساتھ مظاھرہ کیا، ان کے سامنے ایک اھم مقصد ھندوستان کے بدلے ھوئے حالات میں مسلمانوں کے ذھنی سانچے کو تبدیل کرنا تھا، خود مولانا نے جس وقت ھوش سنبھالا اس وقت ایک ملت کی حیثیت سے مسلمانوں پر مایوسی طاری تھی۔**

مولانا نے اپنی تحریر وتقریر اور عمل وکردار سے پوری قوم کو جگانے کی کوشش کی بالخصوص 'الہلال' اور 'البلاغ' کے وسیلہ سے مسلمانوں کو اپنے اوپر اعتماد کرنے کا سبق دیا، دوسری طرف دوقومی نظریہ کی مخالفت کرکے اس کے مقابلہ میں متحدہ قومیت کی وکالت کی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی باور کرایا کہ ایک متحدہ قومیت کا ناگزیر جزو ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان اپنے علاحدہ تشخص سے دست بردار ہوکر اکثریت کے تہذیبی دھارے میں ضم ہوجائیں بلکہ مسلمانوں کی اسلامی شناخت پر جب بھی حملہ ہوا تو مولانا اس کا نہایت شدت کے ساتھ دفاع کرتے رہے، کانگریس کے بعض رہنما جب اس طرح کے خیالات کا اظہار کرتے تو مولانا آزاد کی جانب سے ان کو ایسا جواب ملتا کہ زبان بند ہوجاتی، مولانا کی تمام تر روشن خیالی، وسیع نظری اور رواداری کے باوجود ان کی یہ حتمی رائے تھی کہ شریعت اسلامی کے قوانین مکمل ومدلل ہیں جن میں کمی وبیشی کی قطعی گنجائش نہیں، ایسے ہی ایک موقع پر انہوں نے کہا تھا:

''جولوگ رفتار زمانہ سے باخبر ہیں وہ جانتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کے پیرو اپنے مذاہب کی ترمیم واصلاح کی طرف مائل ہیں، اصلاح کا یہ سلسلہ گذشتہ تین سوسال سے قائم ہے، عیسائیوں نے اس کی اصلاح کی ضرورت اس لئے محسوس کی کہ عیسوی مذہب کے احکام اقتضائے زمانہ وتغیر ماحول کا ساتھ نہ دے سکے، یہی حال ہمارے ہندو بھائیوں کا ہے، وہ جب تک منو جی کی شاستر میں ترمیم واصلاح نہ کریں، وہ مقتضیات زمانہ سے مقابلہ کے اہل نہیں ہوسکتے، ان کو ہر قدم پر منو جی کے شاستری میں ترمیم واصلاح کی ضرورت محسوس ہورہی ہے لیکن میں علی وجہ بصیرت کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے مذہبی احکام میں اس طرح کی ترمیم واصلاح کی یکسر ضرورت نہیں کیونکہ ان کی شریعت کے قوانین جامع اور مکمل ہیں، ان میں ترمیم کی گنجائش ہے نہ اصلاح کی''۔

مولانا ابوالکلام آزاد ایک مسلمان کو کن صفات کا حامل دیکھنا چاہتے تھے یہ ان کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے جو ۱۹۱۲ء میں انگریز حکومت کو مخاطب کرکے 'الہلال' میں سپردِ قلم کی گئی اور جس میں کہا گیا: ''گورنمنٹ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم مسلمان ہوجائیں تو جس قدر اپنے نفس کے لئے مفید ہوں گے اسی قدر گورنمنٹ کے لئے نیز اپنے ہمسایوں کے لئے، اگر ہم سچے مسلمان ہوں تو ہمارے ہاتھ میں قرآن ہوگا اور جو ہاتھ قرآن سے رکا ہوا ہو وہ بم کا گولا یا ریوالور نہیں ہوسکتا''۔

مولانا آزاد کا واضح موقف تھا کہ اسلام کے بنیادی حقائق پر مسلمان کا پختہ عقیدہ ہونا ضروری ہے، وہ عقل کو مذہب میں دخل دینے کے قائل نہ تھے، ان کے نزدیک مذہب دل کے وجدان کا نام ہے اور دل اللہ کا گھر ہے، وہ اس عشق حقیقی کے علمبردار تھے جو بندہ کو خالق سے ملاتا اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

مولانا آزاد کو ہندو مسلم اتحاد کتنا عزیز تھا اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ وہ ہندوستان کی آزادی کو مؤخر کرنے کے لئے تیار تھے لیکن ہندو مسلم اتحاد کو نہیں، ان کا واضح موقف تھا کہ اگر آزادی نہ ملی تو یہ ہندوستان کا نقصان ہوگا لیکن ہندو مسلم اتحاد نہ رہا تو یہ انسانیت کا نقصان ہوگا۔ مولانا کا معروف قول ہے کہ ''اگر آج ایک فرشتہ قطب مینار پر اتر کر یہ اعلان کرے کہ ہندوستان کو آزادی مل سکتی ہے بشرطیکہ ہندوستان ہندو مسلم اتحاد سے دستبردار ہوجائے تو میں آزادی کے مقابلہ میں ہندو مسلم اتحاد کو ترجیح دوں گا''

مولانا آزاد کی سیاسی زندگی کتنے ہی طوفان سے دوچار رہی ہو لیکن خود ان کے پائے استقامت میں جنبش نہ ہوئی، اپنوں کے طعنے، غیروں کی بدزبانی اور حریفوں کی الزام تراشی پر بھی ان کی پیشانی پر بل نہ آیا بلکہ اپنے قومیت کے نظریہ کو جس کے وہ بانی بھی تھے مسلسل پروان چڑھاتے رہے، انہوں نے عملی طور پر اس کو ثابت کردیا کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان یکجا رہ سکتے ہیں، اسی طرح ملک کی تقسیم کے بھی وہ آخر وقت تک خلاف رہے، کانگریس کے چوٹی کے رہنماؤں کی اکثریت نے ملک کے بٹوارہ کے مسودہ پر منظوری کی مہر ثبت کردی لیکن مولانا کی تنِ تنہا ایسی ذات تھی جو اس کی مخالفت کرتی رہی۔

مولانا آزاد نے جنگ آزادی کے دوران ہی اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''ترجمان القرآن'' تحریر کی جس کے اہم مباحث ان کے بنیادی مقصد ومشن کا اظہار ہیں، اس تفسیر کے لئے مولانا نے زبان بھی نہایت سادہ اور سلیس استعمال کی تاکہ عام مسلم اور غیر مسلم استفادہ کرسکیں۔ ترجمان القرآن میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کے ذیل میں جہاں وحدتِ دین کا لفظ استعمال کرکے مولانا نے وحدتِ ادیان کی نفی کی وہیں یہ بتانے کی سعی بھی کی کہ دین ہمیشہ سے ایک رہا ہے اور ہمیشہ ایک رہے گا، نظر آنے والے اختلاف وامتیاز ضروری بھی ہیں کیونکہ مذہب کا بنیادی مقصد انسانوں کی سعادت وفلاح ہے لیکن انسانی معاشرہ کے احوال ہر زمانہ اور علاقہ میں یکساں نہیں رہے اور نہ یہ ممکن تھا لہٰذا جس مذہب کا ظہور جیسے زمانہ میں اور جیسی استعداد ومزاج کے لوگوں میں ہوا، اس کے مطابق ان کے لئے شریعت بھی مقرر کردی گئی جو حالات وکوائف کے لحاظ سے بہتر اور عین حق ہے لیکن اس کے ساتھ یہ پہلو بھی ذہن نشیں رہے کہ شریعت وطریقت بذاتِ خود دین نہیں اس تک پہونچنے کا وسیلہ ہیں لیکن جب عوام الناس نے حقیقی دین سے رشتہ منقطع کرکے طریقوں یا رشتوں کو اصل قرار دیدیا تو پھر معبد خانے بھی تبدیل ہوگئے۔ باوجود اس کے کہ تمام مذاہب کے ماننے والے ایک ہی خدا کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں تاہم یہ ممکن نہیں کہ ایک مذہبی گروہ کی بنائی ہوئی عبادت گاہ میں دوسرا جاکر خدا کا نام لے سکے، بعض اوقات تو ان میں اتنی عصبیت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی برتری کے جنوں میں دوسروں کے عبادت خانے منہدم کردیتے ہیں۔ مولانا آزاد نے اپنی بے لاگ رائے کے اظہار میں نہ تو مسلمانوں کی اجتماعی مخالفت کی پرواہ کی نہ کانگریس کی ان صفوں میں اپنے وقار وعظمت میں کمی آنے دی جو تیزی سے مسلم رہنماؤں سے خالی ہورہی تھیں، یقیناً مولانا کا یہی کردار تھا جو وہ اپنے سرتا پا اسلامی لباس، وضع قطع اور بنیادی فکر کے باوجود غیر مسلم حلقوں میں آخر تک احترام وعظمت کی نگاہ سے دیکھے جاتے رہے۔ □□

نعت شریف

مولانا ابوالکلام آزادؔ

موزوں کلام میں جو ثنائے نبیؐ ہوئی
تو ابتدا سے طبعِ رواں منتہی ہوئی

ہر بیت میں جو وصف پیمبرؐ رقم کیے
کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی

ظلمت رہی نہ پرتوِ حسنِ رسولؐ سے
بیکار اے فلک شبِ مہتاب بھی ہوئی

ساقیِ سلسبیل کے اوصاف جب پڑھے
محفل تمام مست مئے بے خودی ہوئی

دل کھول کر رسولؐ سے میں نے کیے سوال
ہرگز طلب میں عار نہ پیش سخی ہوئی

تاریک شب میں آپؐ نے رکھا جہاں قدم
مہتاب نقشِ پا سے وہاں روشنی ہوئی

ہے شاہِ دیں سے کوثر وتسنیم کا کلام
یہ آبرو تمام ہے حضرتؐ کی دی ہوئی

سالک ہے جو کہ جادۂ عشقِ رسولؐ کا
جنت کی راہ اس کے لیے ہے کھلی ہوئی

آزادؔ اور فکر جگہ پائے گی کہاں
اُلفت ہے دل میں شاہِ زمن کی بھری ہوئی

عالمی خبریں

چین ایشیا پیسفک میں جارحانہ اقدامات بند کرے: امریکہ

امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کے دورے کے دوران چین پرزور دیا ہے کہ وہ ایشیا پیسفک میں جارحانہ اقدامات بند کرے۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق امریکی وزیر خارجہ نے یہ بیان اس لیے دیا ہے کیونکہ واشنگٹن بیجنگ کے خلاف اتحاد کو تقویت دینا چاہتا ہے۔ صدر جو بائیڈن کی انتظامیہ ڈونلڈ ٹرمپ کے ہنگامہ خیز اور غیر متوقع دور کے بعد تعلقات کو دوبارہ ترتیب دینے اور ایشیا میں اپنا اثر ورسوخ بحال کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ انٹونی بلنکن نے یہ بیان انڈونیشیا میں دیا ہے، جو ان کے جنوب مشرقی ایشیا کے دورے کا پہلا پڑاؤ ہے۔ یہ حالیہ مہینوں میں کسی سینئر امریکی اہلکار کا خطے کا تازہ ترین دورہ ہے۔ انڈو پیسفک کے بارے میں امریکی نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے انٹونی بلنکن نے کہا کہ واشنگٹن اتحادیوں اور شراکت داروں کے ساتھ مل کر قواعد پر مبنی آرڈر کا دفاع کرے گا اور یہ کہ ممالک کو اپنا راستہ خود چننے کا حق ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ بیجنگ کے جارحانہ اقدامات کے بارے میں شمال مشرقی ایشیا سے جنوب مشرقی ایشیا اور دریائے میکونگ سے لے کر بحرالکاہل کے جزائر تک بہت زیادہ تشویش پائی جاتی ہے۔

سوویت یونین کے زوال کے بعد ٹیکسی بھی چلانا پڑی: پوتن

روسی صدر ولادیمیر پوتن نے انکشاف کیا ہے کہ انہوں نے سوویت یونین کے زوال کے بعد اپنی گزر بسر کے لیے ٹیکسی چلائی تھی۔ فرانسیسی خبررساں ادارے اے ایف پی کے مطابق سوویت یونین کا خاتمہ دراصل 'تاریخی روس' کا خاتمہ تھا۔ سوویت یونین کی کے جی بی سیکورٹی سروسز کے سابق ایجنٹ پوتن، جنہوں نے پہلے بھی سوویت یونین کے زوال پر افسوس کا اظہار کیا تھا، کہا کہ تین دہائیاں قبل ہونے والا زوال اکثر شہریوں کے لیے ایک المیہ ہے۔ صدر پوتن کے یہ تبصرے روس کی سرکاری خبر رساں ایجنسی آر آئی اے نووستی نے رپورٹ کیے جو نشریاتی ادارے چینل ون کی آنے والی ایک دستاویزی فلم کے اقتباسات تھے، جسے 'روس۔ حالیہ تاریخ' کا نام دیا گیا ہے۔ روسی صدر کو اس فلم میں یہ کہتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ آخر، سوویت یونین کا انہدام کیا ہے؟ یہ سوویت یونین کے نام سے تاریخی روس کا انہدام ہے۔

ٹرمپ کے سابق معاون کے خلاف مجرمانہ توہین کے الزام کیلئے ووٹ

امریکی ایوان نمائندگان نے ڈونلڈ ٹرمپ کے سابق چیف آف سٹاف مارک میڈوز کے خلاف ۶ر جنوری کو کیپٹل ہل پر حملے کی تحقیقات کرنے والے کانگریسی پینل کے سامنے گواہی دینے سے انکار کرنے پر مجرمانہ توہین کے الزامات کی سفارش کے حق میں ووٹ دیا ہے۔ ایوان کی سلیکٹ کمیٹی نے ووٹ سے پہلے بیان دیا تھا کہ ہم نے مارک میڈوز کو تعاون کرنے کا ہر موقع دیا ہے۔ وہ اس صورتحال کے خود ذمہ دار ہیں۔ کانگریس اراکین پر مشتمل پینل سابق صدر ٹرمپ کے حامیوں کی جانب سے کیپٹل ہل پر ہونے والی ہنگامہ آرائی کی تحقیقات کر رہا ہے جس میں معاون مارک میڈوز اور دیگر نے ڈونلڈ ٹرمپ کی مدد کی تھی۔ نو رکنی سلیکٹ کمیٹی کا کہنا ہے کہ وہ ٹیکسٹ میسج اور دیگر پیغامات کے بارے میں جوابات تلاش کر رہی ہے جن کے بارے میں میڈوز پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ وہ انہیں ظاہر نہ کرنے کا استحقاق نہیں رکھتے ہیں۔

نکاح ایک انسانی وسماجی ضرورت ہے جسے آسان بنائیں

تحریر: ابوعمار محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

اسلام اللہ کی مکمل اطاعت کا نام ہے اور اسلامی شریعت کا مقصد بھی انسان کی فلاح واصلاح ہے۔ شریعت اسلامی زندگی کے تمام امور ومسائل میں رہنمائی کر کے انسان کو پابند بناتی ہے۔ دراصل دین کا علم اور اس پر عمل بہت بڑی دولت ہے۔ زندگی کو پرلطف وپرسکون بنانے اور اطمینانِ قلب حاصل کرنے کے لئے دین داری ہی بہتر اور ضروری ہے۔ نکاح انسانی وسماجی ضرورت ہے، جو ساری دنیا میں اور تمام مذاہب میں رائج ہے لیکن اسلام میں نکاح کا جو اصول دیا گیا ہے وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ جنسی جذبہ انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اسلام نے جنسی جذبہ کی تکمیل کے لیے نکاح کو لازم قرار دیا ہے۔ اسلام نے حکم دیا ہے کہ جو غیر شادی شدہ مرد یا خواتین یا نوجوان ہیں ان کے نکاح کراؤ اور ان کو بھی تاکید کی ہے کہ وہ شادی کے بندھن میں بندھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: تم میں سے جو لوگ غیر شادی شدہ ہیں ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے (النور:۳۲)

قرآن مجید میں بعض مقامات پر مردوں اور عورتوں دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: ان کے محافظ بنو، نہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو (المائدۃ:۵) اور فرمایا ترجمہ: وہ حصارِ نکاح میں محفوظ ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں (النساء:۲۵) ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ترجمہ: اے نوجوانو! تم میں سے جو بھی نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اسے نکاح کر لینا چاہیے۔ اس لیے کہ اس سے نگاہوں کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

اسلام نے نکاح کو آسان سے آسان تر بنایا ہے اور زنا کو مشکل سے مشکل تر کیا ہے۔ چنانچہ زنا سے متعلق سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: لوگو! زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ فحش کام ہے اور انتہائی برا راستہ (الاسراء:۴۳) مردوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ عیاشیاں کریں، کھلے یا چھپے بدکاری کریں یا ناجائز تعلقات قائم کریں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ نکاح کے بندھن میں بندھے بنا ہی کھلے عام یا چوری چھپے آوارگی کریں، یا چوری چھپے عیاشیاں کریں۔ زنا کی سزا قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے مرد اور عورت کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔

نکاح کے سلسلے میں اللہ کے رسولؐ کے ارشادات، آپ کا اسوہ اور صحابہؓ کرام کا عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے چار باتوں کے پیش نظر نکاح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مال کے پیش نظر، اس کے حسب (خاندان) کے باعث، اس کے حسن کی خاطر اور دینداری کے باعث۔ افضل یہ ہیکہ دین دار عورت منتخب کرنا چاہئے (بخاری) دنیا کی حیثیت ایک متاع کی ہے اور متاع دنیا میں بہترین متاع نیک صالح عورت ہے۔ (بہ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسلم) نکاح میں خطبہ دینا مسنون ہے۔ جس میں سورہ نساء کی پہلی آیت، سورہ آل عمران کی آیت، سورہ احزاب کی آیت، اور سورہ حجرات کی آیت۔ اسی طرح نکاح سے متعلق احادیث مثلاً النکاح من سنتی وغیرہ پڑھتے ہیں۔ نکاح کے فوراً بعد چھوارے یا کوئی میٹھی چیز تقسیم کرنا مستحب ہے، اسی طرح نکاح کی خوشی میں ولیمہ کرنا بھی لڑکے کے لیے مستحب ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے اعزاء واقرباء کو اپنی وسعت کے مطابق کھانا کھلائے؛ بشرطیکہ کوئی نام ونمود نہ ہو اور فضول خرچی نہ ہو۔ دعوت ولیمہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جو نکاح کے بعد دیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام نکاح کے بعد ولیمہ دیا ہے۔ چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ بہرحال اس پر عمل ہونا چاہئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور محتاجوں کو چھوڑ دیا جائے۔ (بخاری، مسلم) آپ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔ (احمد) عام طور سے نکاح کے موقع پر بہت خرچ کیا جاتا ہے، دل کے ارمان نکالے جاتے ہیں، پرتکلف دعوتیں ہوتی ہیں، بڑی تعداد میں دولہا، دلہن اور رشتہ داروں کے جوڑے تیار کیے جاتے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے اس نکاح کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جس میں سب سے کم خرچ ہو اور جو سب سے زیادہ آسانی سے انجام پائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں کرو۔ (ترمذی) مسجد میں نکاح سے ایک تو نکاح بہت سادگی سے انجام پاتا ہے، دوسرے اس کی تشہیر بھی ہو جاتی ہے۔ مسجد کا روحانی ماحول بہت سکون واطمینان اور برکت والا ہوتا ہے۔ ہر نکاح کی تقریب میں نکاح کے فضائل اور مسائل بیان کیے جاتے ہیں، اس کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں، لیکن عمل کا جذبہ وفکر کسی میں نظر نہیں آتا ہے۔ برصغیر میں بالخصوص ہندو پاک میں مسلمانوں نے بہت سے رسوم اپنا لئے ہیں۔ جب تک ہم ان سے دوری اختیار نہیں کریں گے اور ان کو اتار نہیں پھینکیں گے، ہمارے لیے صحیح اسلامی معاشرہ کا نمونہ پیش کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اگر ہم ان رسموں کو چھوڑ کر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے لگیں اور ان کا عملی نمونہ پیش کریں تو نہ صرف یہ کہ معاشرہ کی اصلاح ہوگی، بلکہ جو غیر مسلم بھائی ہمارے آس پاس رہتے ہیں، ان کے سامنے بھی اچھا نمونہ پہنچے گا۔

نکاح کے بعد بیوی کا مہر واجب ہوتا ہے۔ مہر کی مقدار کم از کم دس درہم یعنی تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی یا اس کی مالیت کا ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم مالیت میں اگر نکاح کیا جائے مثلاً پانچ سو روپے میں یا صرف سو روپے میں تو نکاح تو منعقد ہو جائے گا؛ مگر دس درہم کی مقدار کا ادا کرنا واجب ہوگا؛ تاہم متوسط طبقے کے لوگوں کے لیے مہر فاطمی یعنی ایک کلو پانچ سو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی متعین کرنا مستحب ہے۔ مہر کا بعد نکاح فوراً ادا کر دینا بہتر ہے۔ اس کو موخر کرنا مناسب نہیں، علماء کرام کا مشورہ ہے کہ فی زمانہ سونے یا چاندی میں مہر متعین کرنا لڑکی کے حق میں مناسب ہے؛ اس لیے کہ افراط زر کے اس زمانہ میں سالوں گزرنے کے باوجود اس کی مالی حیثیت میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ سنت سے زیادہ قریب ہے؛ کیوں کہ دورِ نبوی میں عموماً سونے وچاندی سے مہر طے ہوتا تھا۔ نکاح میں مہر کی حیثیت فرض کی ہے۔ شریعت نے مہر کو عورت کا لازمی حق قرار دے کر ازدواجی زندگی کی اہمیت، قدر وقیمت کو بڑھا کر یہ احساس دلایا ہے کہ نکاح یہ ایک سنجیدہ ولازمی عمل ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ ترجمہ:* عورتوں کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو (سورۂ نساء) نکاح کے وقت جو مہر طے کیا گیا ہو اس کی ادائیگی مرد پر لازم ہے۔ اس کو نکاح کے وقت ہی ادا کر دینا چاہئے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں معجّل (عجلت سے) کہتے ہیں یعنی فوراً ادا کر دیں۔ اور اگر مرد اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ فوری ادا کرے تو پھر یہ بات طے کر لی جائے کہ وہ کب، کیسے اور کس طرح ادا کرے گا۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں موجّل (ادھار) کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہر طئے کرنے میں حد سے نہ بڑھو (حدیث) مطلب یہ ہے کہ مہر کو مرد کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے۔ محض نام ونمود کے لئے بڑی بڑی رقمیں طے کر لی جاتی ہیں۔ اگر یہ نقد ادا کر دی جائے تو افضل ہے اور اگر ادھار ہے اور نیت دینے کی نہ ہو تو وہ گنہگار ہوگا۔ شریعت نے لوگوں کو افراط وتفریط سے روکا ہے کہ مہر لڑکے کی حیثیت سے کم بھی نہ ہو اور اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ ادائیگی مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے۔ مہر کے سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آخری حد مقرر نہیں کی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علیؓ! تین کام ہیں جن میں جلدی کرنا چاہئے۔ ایک نماز جب اس کا وقت آجائے۔ دوسرے جنازہ جب کہ وہ تیار ہو جائے۔ تیسرے بن بیاہی عورت کا نکاح جب کہ اس کا مناسب رشتہ مل جائے۔ (ترمذی۔ حاکم) نکاح میں لڑکے کے اوپر مہر، ولیمہ مسنونہ اور مستقل طور پر بیوی کے نان ونفقہ کے اخراجات کے علاوہ کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے؛ اس لیے صرف اس وجہ سے کہ ابھی زیادہ روپیہ پیسہ نہیں ہے، یا ولیمہ میں بھاری بھرکم خرچہ کرنے کی استطاعت نہیں ہے، نکاح نہ کرنا یا نکاح کو موخر کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی صورت میں سخت گناہ ہوگا اور اپنے ذہن اور جسم وروح کے ساتھ ناانصافی بھی ہوگی۔ اس کے علاوہ لڑکے کا یا اس کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی سے یا اس کے گھر والوں سے یا کسی سے کسی بھی سامان کا یا کھانے کی دعوت کا یا رسم ورواج کی بنیاد پر مطالبہ کرنا جائز نہیں، سخت گناہ کی بات ہے اور مرد کی غیرت کے خلاف ہے۔ کپڑے، زیورات، اور گھریلو ساز وسامان کا انتظام کرنا سب مرد کے ذمہ ہے۔ اگر لڑکی والے مطالبہ کے بغیر مگر رسم ورواج یا سماج کے دباؤ میں آکر کچھ دے تو بھی لینا نہیں چاہیے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا۔ ترجمہ: یعنی کسی دوسرے کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر کسی کے لیے حلال نہیں (سنن الکبریٰ للبیہقی)۔

سماجی دباؤ میں آکر دینے کا مطلب یہ ہے کہ دینے والے یوں سمجھیں کہ ہمارے یہاں اس موقع پر فلاں چیز دینے کی رسم ہے دینا ہی پڑے گا، اگر نہیں دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے؟ اگر لڑکی از خود کوئی سامان اپنے میکے سے لاتی ہے تو اس پر صرف اسی لڑکی کا حق ہے۔ مرد کو اس میں اپنا حق جتانا یا بیوی کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔ فی زمانہ ایک اور مسئلہ لعنت بنتا جارہا ہے اور وہ ہے بے پردگی، شادی بیاہ کے موقع پر بے پردگی بہت ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے حسن کی نمائش کر رہی ہیں، سونے پہ سہاگہ یہ کہ مصداق فوٹو گرافی اور ویڈیو گرافی نے تباہی مچائی ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ پردہ ہر حال میں فرض ہے اور اس کی خلاف ورزی بہت بڑا گناہ ہے۔ قرآن کا فرمان ہے۔ ترجمہ: اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں۔ بجز اس کے جو ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں۔ نیز ان کو حکم دو کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے اس کا اظہار ہو۔ (سورۂ نور) □□

اسلام نے نکاح کوآسان سے آسان تر بنایا ھے اور زنا کو مشکل سے مشکل تر کیا ھے۔ چنانچہ زناسے متعلق سخت وعیدیں سنائی گئی ھیں۔ اللّٰہ تعالیٰ کا ارشاد ھے: لوگو! زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ فحش کام ھے اور انتہائی برا راستہ۔ (الاسراء:۴۳) مردوں کو اس بات کی اجازت نہیں ھے کہ وہ عیاشیاں کریں، کھلے یاچھپے بدکاری کریں یا ناجائز تعلقات قائم کریں۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اجازت نہیں ھے کہ وہ نکاح کے بندھن میں بندھے بنا ھی کھلے عام یاچوری چھپے آوارگی کریں، یا چوری چھپے عیاشیاں کریں۔ زناکے ارتکاب پر مرد اور عورت کو سوکوڑے مارے جائیں گے۔

گوشۂ خواتین
بچوں کی تربیت کی ذمہ داری والدین کے اوپر ہے (۱)

قرآن وحدیث میں اولاد کی تربیت وتعلیم کے بارے میں واضح احکام دیئے گئے ہیں اور اس کی تاکید کی گئی ہے، اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر والدین نے بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ نہیں کی تو یہ بڑے خطرے کی چیز ہے، اس کے خطرناک نتائج سامنے آئیں گے اور ذمہ داری والدین پر ہوگی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سب راعی ہو اور اپنی رعیت کے ذمہ دار ہو۔''

بچے کی اچھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ اچھا سماج تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ آج سماجی الجھنیں تعلیم وتربیت کی خامیوں کی مرہونِ منّت ہیں۔ موجودہ سماج میں دنیوی تعلیم پر توجہ دی جارہی ہے لیکن اسلامی اخلاق وتربیت پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے تعلیم یافتہ سماج ایک طرف ظلم، ناانصافیوں اور حق تلفیوں کے گھناؤنے مرض کا شکار ہوتا جارہا ہے، تو دوسری طرف نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو کر معاشرے کے لیے ناسور بنتی جارہی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی باپ نے اپنے بچے کو کوئی عطیہ اور تحفہ میں ادب یعنی اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔'' (رواہ الترمذی)

دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے: ''بچوں کے اکرام کا مفہوم یہ ہے کہ بچوں کو پیار دیں، ان کو تعلیم دینے کے لیے ادب سے بلائیں تاکہ وہ والدین کی جانب سے کسی توہین کا احساس نہ کریں۔''

بچے عام طور پر لاڈ پیار میں زیادتی سے خراب ہوتے ہیں، وہ لاڈ پیار جو تربیت کی روح سے خالی ہو۔ تربیت کے معاملے میں نرمی اور سختی دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے کو جھوٹ بولنے، چوری کرنے، گالی دینے، غیبت کرنے، شراب پینے، جوا کھیلنے، آوارہ پھرنے اور وقت ضائع کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اگر ایسی کوئی بات بچے سے سرزد ہو جائے تو فوراً تنبیہ بھی کرنی چاہیے۔ تنبیہ نہ کرنے سے بچے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

بچّوں کا گوشہ
تارے بن کر چمکے ہم

محمد اسد اللہ

چمک چمک کر بولے رات ستارے　　ڈوبا ہے اندھیارے میں
دنیا کا ہر اِک گوشہ　　تم ہو کیوں چپ چاپ پڑے
ہم جیسا تم چمکو نا　　ہم جیسا تم چمکو نا
نکلے تارے بن کر ہم
چمکے چمکے چمکے ہم

باغ میں ننھا پھول کھلا　　بولا ہم سے مہکو نا
تیز سواری ہے یہ ہوا　　خوشبو اس پر لدوا دو
گھر گھر خوشبو پہنچا دو　　تم بھی ہم سا مہکو نا
ہاں بھائی ہاں! کہہ کے ہم
پھول جیسے مہکے ہم

چوں چوں کرتی اِک چڑیا　　دیکھ کے ہم کو یہ بولی
ٹوٹے دل کو نہ غم دو　　تم لوگوں کو مرہم دو
بات ہمیشہ بھلی کہو　　تم بھی ہم سا چہکو نا
کب تک چپ چپ رہتے ہم
چڑیا جیسے چہکے ہم

صفحہ تحفظ ختم نبوت

قادیانی مسائل: سوال وجواب کی روشنی میں ۱

تحریر: مولانا ابوعمار محمد عبدالحلیم اطہر سہروردی

مسلمان کی تعریف

سوال: قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: ایمان نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو بغیر کسی تحریف و تبدیلی کے قبول کرنے کا اور اس کے مقابلہ میں کفر نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کسی قطعی ویقینی بات کو نہ ماننے کا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں 'ما نزل الی الرسول' کے ماننے کو ایمان اور 'ما انزل الی الرسول' میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو کفر فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون کثرت سے آیا ہے۔ مثلاً صحیح مسلم (جلد اوّل، ص ۳۷) کی حدیث میں ہے: ''اور وہ ایمان لائیں مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر۔'' اس سے مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہو جاتی ہے، یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن مانتا ہو وہ مسلمان ہے اور جو شخص قطعیات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی و مفہوم کو بگاڑتا ہو وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین فرمایا ہے اور بہت سی احادیث شریفہ میں اس کی یہ تفسیر فرمائی گئی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور امت اسلامیہ کے تمام فرقے (اپنے اختلافات کے باوجود) یہی عقیدہ رکھتے آئے ہیں لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے سے انکار کر کے نبوت کا دعویٰ کیا، اس وجہ سے قادیانی غیر مسلم اور کافر قرار پائے۔

> **قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدارِ نجات ٹھہرایا گیا ہے لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے اس لیے اب میری وحی اور میری تعلیم مدارِ نجات ہے۔**

اسی طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے مبلغین اس عقیدے سے منحرف ہیں اور وہ مرزا کے عیسیٰ ہونے کے مدعی ہیں۔ اس وجہ سے بھی وہ مسلمان نہیں۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدارِ نجات ٹھہرایا گیا ہے لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے اس لیے اب میری وحی اور میری تعلیم مدارِ نجات ہے۔ (اربعین نمبر۴، ص ۷ حاشیہ) غرض کہ مرزا قادیانی نے بے شمار قطعیات اسلام کا انکار کیا ہے اس لیے تمام اسلامی فرقے اس کے کفر پر متفق ہیں۔

مسلمان اور قادیانی کے کلمہ اور ایمان میں بنیادی فرق

سوال: انگریزی دان طبقہ اور وہ حضرات جو دین کا زیادہ علم نہیں رکھتے لیکن مسلمانوں کے آپس کے افتراق سے بیزار ہیں، قادیانیوں کے سلسلے میں بڑے گومگو میں ہیں۔ ایک طرف وہ جانتے ہیں کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہنا چاہیے جبکہ قادیانیوں کو کلمہ کا بیج لگانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ دوسری طرف وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا تھا، برائے مہربانی آپ بتائیں کہ قادیانی جو مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہیں کیونکر کافر ہیں؟

جواب: قادیانیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہیں جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو پھر آپ لوگ مرزا کا کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ مرزا کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے نے اپنے رسالہ 'کلمۃ الفیصل' میں اس سوال کے دو جواب دیئے ہیں۔ ان دونوں جوابوں میں سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ قادیانی 'محمد رسول اللہ' کا مفہوم کیا لیتے ہیں۔ مرزا بشیر احمد کا پہلا جواب یہ ہے:

''محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النّبیین ہیں اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آ جاتے ہیں۔ ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں حضرت مسیح موعود (مرزا) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود (مرزا) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعود (مرزا) کی بعثت کے بعد 'محمد رسول اللہ' کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہوگئی۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لیے یہی کلمہ ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس۔''

یہ تو ہوا مسلمانوں اور قادیانی غیر مسلم اقلیت کے کلمے میں پہلا فرق، جس کا حاصل یہ ہے کہ قادیانیوں کے کلمے کے مفہوم میں مرزا قادیانی بھی شامل ہے اور مسلمانوں کا کلمہ اس نئے نبی کی 'زیادتی' سے پاک ہے۔ اب دوسرا فرق سنئے۔ مرزا بشیر احمد قادیانی ایم اے لکھتے ہیں:

''علاوہ اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریم کا اسم مبارک اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ (یعنی مرزا) خود فرماتا ہے 'صار وجودی وجودہ' (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہ ہی کا وجود بن گیا ہے۔) نیز 'من فرق بینی و بین المصطفی فما عرفنی و مارائی' (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفیٰ کو الگ الگ سمجھا اس نے مجھے نہ پہچانا نہ دیکھا) اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النّبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ (نعوذ باللہ) جیسا کہ آیت 'آخرین منہم' سے ظاہر ہے۔ پس مسیح موعود (مرزا) خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔'' (کلمۃ الفیصل، ص ۱۵۸، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۱۴، نمبر ۳-۴، بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

یہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے کلمہ میں دوسرا فرق ہوا کہ مسلمان کے کلمہ شریف میں محمد رسول اللہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور قادیانی جب محمد رسول اللہ کہتے ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی مراد ہوتے ہیں۔

مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے جو لکھا ہے کہ ''مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دنیا میں دوبارہ تشریف لائے ہیں'' یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے (جس کو فلسفہ تناسخ کہنا زیادہ موزوں ہوگا) جس کی مختصری وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں دوبارہ جنم لینا تھا۔ چنانچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے روپ میں معاذ اللہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا قادیانی نے تحفہ گولڑویہ خطبہ الہامیہ اور دیگر بہت سی کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔ (دیکھئے خطبہ الہامیہ، ص ۱۷۱، ص ۱۸۰)

اس نظریہ کے مطابق قادیانی امت مرزا قادیانی کو عین محمد سمجھتی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ نام، کام، مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مرزا قادیانی اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی دوئی اور مغائرت نہیں ہے، نہ وہ دونوں علیحدہ وجود ہیں بلکہ دونوں ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی غیر مسلم اقلیت مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ تمام اوصاف و القاب اور مرتبہ و مقام دیتی ہے جو اہل اسلام کے نزدیک صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی بعینہ محمد رسول اللہ ہیں، محمد مصطفیٰ ہیں، احمد مجتبیٰ ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، امام الرسل ہیں، رحمۃ للعالمین ہیں، صاحب کوثر ہیں، صاحب معراج ہیں، صاحب مقام محمود ہیں، صاحب فتح مبین ہیں، زمین و زمان اور کون و مکان صرف مرزا صاحب کی خاطر پیدا کیے گئے وغیرہ وغیرہ۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا قادیانی کی بروزی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل بعثت سے روحانیت میں اعلیٰ واکمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ روحانی ترقیات کی ابتدا کا زمانہ تھا اور مرزا قادیانی کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا۔ رسول پاک علیہ السلام کا عہد نبوت مرزائیوں کے نزدیک صرف تائیدات اور دفع بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا جس کی کوئی روشنی نہیں ہوتی اور مرزا صاحب کا زمانہ نعوذ باللہ چودہویں رات کے بدر کامل کے مشابہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہزار معجزے دیئے گئے تھے اور مرزا قادیانی کو دس لاکھ بلکہ دس کروڑ بلکہ بے شمار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہنی ارتقاء وہاں تک نہیں پہنچا جہاں تک قادیان کے مرزا قادیانی نے ذہنی ترقی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے وہ رموز و اسرار نہیں کھلے جو کور دل کور باطن مرزا قادیانی پر کھلے۔

قادیانی خرافات نے یہیں پر بس نہیں کی۔ قادیانیوں کے بقول اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں سے عہد لیا کہ وہ مرزا قادیانی پر ایمان لائیں اور ان کی بیعت ونصرت کریں۔ خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا قادیانی کی شکل میں محمد رسول اللہ نے دوبارہ جنم لیا ہے بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر جنم لینے والا محمد رسول اللہ اصلی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے۔ نعوذ باللہ، استغفر اللہ۔

چنانچہ مرزا قادیانی کے ایک مرید (یا قادیانی اصطلاح میں مرزا قادیانی کے صحابی) قاضی ظہور الدین اکمل نے مرزا قادیانی کی شان میں

> **رسول پاک علیہ السلام کا عہد نبوت مرزائیوں کے نزدیک صرف تائیدات اور دفع بلیات کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ برکات کا زمانہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں اسلام پہلی رات کے چاند کی مانند تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ چودہویں رات کے مشابہ ہے۔**

ایک نعت لکھی جسے خوشخط لکھوا کر اور خوبصورت سا فریم بنوا کر قادیان کی بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ مرزا قادیانی اپنے نعت خواں سے بہت خوش ہوا اور اسے بڑی دعائیں دیں۔ بعد میں وہ قصیدہ نعتیہ مرزا قادیانی کے ترجمان اخبار بدر جلد ۲، نمبر ۴۳ میں شائع ہوا۔ پرچہ راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔ اس کے چار شعر ملاحظہ ہوں:

امام اپنا عزیزو! اس جہاں میں
غلام احمد ہوا دارالاماں میں
غلام احمد ہے عرشِ رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(اخبار بدر قادیانی، ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۰۶ء) (جاری)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بھترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ — سائز: ۲۳×۳۶/۸ — قیمت -/150
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

راجستھان: کیا اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء کی قیادت سچن پائلٹ کو سونپی جائے گی؟

راجستھان میں بھی کانگریس ہائی کمان کے لیے پنجاب جیسی سیاسی صورتحال پیدا ہوسکتی ہے۔ ویسے پنجاب میں جو کچھ ہوا اس کا فائدہ نہ تو امریندر سنگھ کو ہوا اور نہ نوجوت سنگھ سدھو اور کانگریس پارٹی کو۔ راجستھان میں بھی یہی بات دہرائی جارہی ہے۔ پارٹی میں آج جو کچھ بھی ہورہا ہے وہ ۱۰ جن پتھ یا ۱۲ تغلق لین سے باہر کے لوگ یہ نہیں دیکھ پارہے ہیں۔ وریراعظم نریندر مودی کے متنازع زرعی قوانین کو واپس لینے کے اعلان کے بعد سیاسی حلقوں میں تقریباً ایک ہی بات سننے کو مل رہی ہے کہ اب کانگریس کے لیے ہوا کا رخ مڑسکتا ہے۔

سابق وزیراعلیٰ کیپٹن امریندر سنگھ کا بی جے پی کے ساتھ اتحاد تقریباً طے ہے اور شرومنی اکالی دل کے ساتھ بھی ان کی باہمی افہام وتفہیم بن سکتی ہے، تو ظاہر ہے کہ پنجاب میں کیپٹن ایک بڑی قوت بن کر اُبھر رہے ہیں۔ کانگریس لیڈروں کو آپس میں یہ کہتے ہوئے سنا جاسکتا ہے کہ انتخابات کے بعد اگر معلق اسمبلی بھی بنتی ہے تو وہ اسے بڑی غنیمت سمجھیں گے لیکن ابھی تو شروعات ہے۔ اگر پنجاب پردیش کانگریس کے صدر نوجوت سنگھ سدھو کی بڑے بھائی پاکستانی وریراعظم عمران خان کے لیے محبت آنے والے ہفتوں میں بڑھ جاتی ہے تو یہ غنیمت بھی ناممکن ہوگی۔ ایسا لگتا ہے کہ گاندھی خاندان نے پنجاب کی سیاسی صورتحال کا کچھ الگ ہی طریقے سے جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے امریندر سنگھ حکومت کو غیر مستحکم کرنے میں ہی سیاسی دانشمندی دیکھی ہوگی، اسی لیے تو راجستھا میں گزشتہ دنوں جو عمل شروع کیا گیا، اس نے پنجاب جیسے بحران کے لیے زمین تیار کردی ہے۔ اب اگلے چند ماہ میں اس صحرائی ریاست میں طاقت کا مظاہرہ ہوسکتا ہے۔

کابینہ میں ردوبدل: نئے سیاسی بحران کو دعوت

گزشتہ ہفتہ اشوک گہلوت حکومت کی کابینہ میں سچن پائلٹ کیمپ کے پانچ لیڈروں کی شمولیت سے دونوں لیڈروں کے تعلقات کی برف شاید ہی پگھلے گی بلکہ یہ برف مزید جم جائے گی۔ دونوں بھلے ہی ابھی یہ دِکھانے کی کوشش کررہے ہیں کہ وہ دونوں خوش ہیں لیکن درحقیقت اس حل سے کوئی خوش نہیں ہوں گے۔ گہلوت کے خلاف بغاوت میں پائلٹ کے حامی ۱۸ر ایم ایل اے میں سے پانچ کو وزارت میں شامل کیا گیا ہے اور کچھ باغیوں کو مختلف بورڈز اور کارپوریشنوں میں جگہ دی گئی ہے لیکن پائلٹ کو کیا ملا؟ صرف مستقبل میں انعام کی یقین دہانی؟

مدھیہ پردیش میں جیوترادتیہ سندھیا نے بھی برسوں سے اس طرح کی یقین دہانیوں کا انتظار کرتے ہوئے اپنا صبر کھودیا تھا۔ پائلٹ میں بھی شاید ہی لامحدود صبر ہو۔ وہ نائب وزیراعلیٰ اور ریاستی کانگریس کے صدر تھے۔ انھوں نے وزیراعلیٰ کے عہدے کے لیے سب کچھ کھونے کا خطرہ بھی مول لیا۔ موجودہ حالات میں وہ شاید ہی راجستھان چھوڑ کر کانگریس جنرل سیکریٹری اور کچھ دوسری ریاستوں کے انچارج بننا پسند کریں گے۔ کانگریس کے اندرونی ذرائع کے مطابق ہائی کمان چاہتی ہے کہ وہ فی الحال ایسا ہی کریں اور چیف منسٹر کے معاملہ پر اگلے سال غور کیا جائے گا۔ پائلٹ نے اس وقت کے لیے رضامندی ظاہر کی ہے لیکن وہ ریاستی وزیراعلیٰ کو ہراساں کرنا جاری رکھ سکتے ہیں اور گاندھی خاندان پر دباؤ ڈال سکتے ہیں کہ وہ انھیں ان کے واجبات کی ادائیگی کے اپنے وعدے پر قائم رہیں۔ لہٰذا آئندہ اسمبلی انتخابات ختم ہونے کے بعد راجستھان میں پھر سے سیاسی ڈرامہ دیکھنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔ گاندھی خاندان کا یہ فارمولہ گہلوت کے لیے بھی تکلیف دہ بن سکتا ہے۔ وہ پانچ وزراء جو وزیراعلیٰ کے اہم حریف کے وفادار ہیں شاید گہلوت کے لیے گڑھے کھودتے رہیں۔ لہٰذا گہلوت کو جلد ہی یہ احساس ہوسکتا ہے کہ ان کی حالت کیپٹن امریندر سنگھ جیسی ہوگئی ہے، جنھیں ان کے وزراء پریشان کیا کرتے اور کھلے عام انھیں نشانہ بناتے تھے جو سدھو کے ساتھ شامل ہوگئے تھے۔ ذرا تصور کریں کہ گہلوت کو ان دو وزراء کو واپس لانا پڑا جنھیں انھوں نے گزشتہ سال برطرف کیا تھا۔ یہ وزیر گہلوت کی کیوں سنیں گے بھلا۔ گاندھی خاندان نے راجستھان حکومت میں طاقت کے دو مراکز بنا دیئے ہیں۔ مزید برآں گہلوت کو پائلٹ کے وفاداروں کو جگہ دینے پر مجبور کرکے، کانگریس ہائی کمان نے شاید یہ اشارہ دیا ہے کہ اس نے گہلوت کی روانگی کا منصوبہ بنالیا ہے۔ آنے والے ہفتوں اور مہینوں میں بہت سے قانون ساز اور وزراء اس پائلٹ کو سیلوٹ کرتے نظر آسکتے ہیں جسے وہ اُبھرتا ہوا ستارہ مانتے ہیں۔ پنجاب میں بھی بالکل ایسا ہی ہوا تھا اور اس سے کسی کا فائدہ نہیں ہوا۔

گہلوت-پائلٹ کا کیا ہوگا؟

پنجاب اور راجستھان کے حالات میں اس طرح کی مماثلت تلاش کرنا تھوڑا عجیب ضرور لگ سکتا ہے کیونکہ دونوں کے سیاسی رہنما مختلف ہیں۔ اب پائلٹ کو ہی لے لیں، وہ ایک پختہ سیاسی رہنما ہیں، جبکہ سدھو ایک غیر سنجیدہ سیاست داں جو کرکٹ کی طرح سیاست میں بھی چھکا اسکور کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ خود بی جے پی میں ہٹ وکٹ ہوگئے اور کانگریس میں بھی وہ اسٹمپ ہوجاتے اگر ۱۲ تغلق لین، تھرڈ امپائر بن کر ان پر مہربانی نہ کرتا۔ پائلٹ نے چھ سال تک ریاستی کانگریس کی قیادت کی اور ۲۰۱۸ء میں یہاں پارٹی کو اقتدار میں لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انھوں نے پچھلے سال کانگریس کے ۱۸ر ایم ایل ایز کے ساتھ بغاوت کا جھنڈا لہرانے میں بے صبری کا مظاہرہ کیا ہو لیکن اس نے اپنا سبق سیکھ لیا ہے اور وہ اپنے وقت کا انتظار کرنے کے لیے تیار دِکھائی دے رہے ہیں۔ کیپٹن امریندر کی طرح گہلوت کو بھی گاندھی خاندان کی حمایت حاصل ہے، ویسے کیپٹن بھی اسی مغالطے میں تھے کہ راجیو گاندھی سے ان کی دوستی کام آئے گی۔

پائلٹ کے حامیوں کے ایک گروپ نے اس رجحان کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے جو ۱۹۹۳ء کے اسمبلی انتخابات کے بعد اس وقت شروع ہوا تھا جب شیخاوت نے دوبارہ بی جے پی کو اکثریت دلائی تھی۔ اگرچہ ہر الیکشن میں اقتدار کی تبدیلی ہوتی ہے۔ اب چہرہ بدل کر سچن پائلٹ کو سامنے لانے سے کیا ۲۰۲۳ء کے انتخابات میں یہ مہرہ کام آئے گا؟ ۷۰ برس کی عمر کے تجربہ کار گہلوت ہی ۲۰۲۳ء میں بہتر داؤ ثابت ہوں گے؟ گاندھی خاندان کو ان دونوں چہروں کے بیچ کے سوالات کے جوابات جلد تلاش کرنے ہوں گے۔ گہلوت اور پائلٹ کو آخر وقت تک غیر یقینی کیفیت میں رکھنے سے کانگریس کا یہاں وہی حال ہوگا جو پنجاب میں ہوا ہے یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گاندھی خاندان پنجاب کے انتخابی نتائج سے جواب پانے کا انتظار کرسکتی ہے۔ ▫▫

مغربی بنگال: کلکتہ کارپوریشن انتخابات ثابت ہوں گے بی جے پی کیلئے ٹیڑھی کھیر

بنگال اسمبلی انتخاب سے قبل جو بی جے پی ریاست میں دوسو سے زیادہ سیٹیں جیت کر حکومت بنانے کا دعویٰ کرتی نہیں تھک رہی تھی، انتخاب کے نتائج سامنے آنے کے بعد اس کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ اب وہی بی جے پی ایک بار پھر سے بنگال کی راجدھانی کلکتہ کی اہم عمارتوں میں سے ایک لال باڑی پر قبضہ کے خواب دیکھ رہی ہے۔ اگرچہ پارٹی ہائی کمان کی جانب سے چناؤ کی حکمت عملی تیار کرنے کی ہدایت دی جاچکی ہے اور پارٹی کے ریاستی صدر کو کلکتہ میونسپل چناؤ کی تمام تر ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ریاستی بی جے پی کے نئے صدر سوکانتا مجمدار پارٹی کو جیت دلا پاتے ہیں یا نہیں؟

واضح ہو کہ اسمبلی انتخاب میں کراری ہار کے بعد بی جے پی کے سابق صدر دلیپ گھوش کا ڈیموشن کرکے انھیں پارٹی کا قومی نائب صدر بنا دیا گیا تھا۔ یہ پہلی بار تھا کہ کسی ریاستی سطح پر کسی لیڈر کا اس طرح ڈیموشن کیا گیا ہو جس کے بعد یہ کہا جارہا تھا کہ دلیپ گھوش کو اسمبلی انتخابات میں ناکامی اور پارٹی کی تنزلی کا خمیازہ بھگتنا پڑا ہے، حالانکہ اسمبلی انتخابات سے قبل بی جے پی کی حکومت بننے کی صورت میں انھیں وزیراعلیٰ کے عہدہ کی دوڑ میں سب سے آگے سمجھا جارہا تھا لیکن وہ کہتے ہیں کہ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ ہی پارٹی اقتدار میں آئی اور نہ انھیں وزیراعلیٰ کی کرسی ملی بلکہ اور تو اور ان سے پارٹی صدر کا عہدہ بھی چھین لیا گیا۔ اب ایک بار پھر جبکہ کلکتہ میں انتخابی ہلچل تیز ہوچکی ہے ایسے میں بی جے پی کے خیمے میں بھی گہما گہمی دیکھنے کو مل رہی ہے اور تمام لیڈران سر جوڑ کے بیٹھ چکے ہیں اور کلکتہ میونسپل انتخاب میں جیت کی حکمت عملی بنانے میں مصروف ہیں۔

۱۹ر دسمبر کو ہونے والے کلکتہ میونسپل چناؤ میں بی جے پی نے بھلے ہی اپنے سپہ سالار اُتار دیئے ہیں لیکن وہ ان کی جیت کو لے کر بے حد فکرمند ہے کیونکہ بیشتر سیٹیں ایسی ہیں جہاں محض خانہ پری کے طور پر امیدوار اُتارے گئے ہیں اور پارٹی پہلے سے ہی اپنے امیدواروں کی جیت کو لے کر مشکوک ہے۔ ویسے بھی جس طرح سے اسمبلی الیکشن کے بعد پارٹی میں ریورس مائیگریشن کا دور چلا ہے اسے دیکھتے ہوئے اب عوام بھی بی جے پی کے امیدواروں پر بھروسہ کرنا نہیں چاہتی ہے۔ غور طلب ہے کہ بنگال اسمبلی انتخاب سے قبل جس رفتار سے کانگریس وترنمول کانگریس کے لیڈران بھگوا خیمے میں داخل ہوئے تھے، انتخاب میں شکست کے بعد ریورس مائیگریشن کی رفتار بھی اتنی ہی تیز رہی اور جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور حال ہی میں بی جے پی کے سینئر لیڈر بابل سپریو جو یہ کہتے ہوئے پارٹی سے الگ ہوئے تھے کہ وہ سیاست سے سنیاس لینا چاہتے ہیں، چند روز بعد ہی ترنمول کانگریس میں شامل ہوگئے اور کہا کہ وہ دیدی کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ بابل کا ترنمول میں شامل ہونا بی جے پی کے لیے کسی بڑے جھٹکے سے کم نہیں تھا اور اب پارٹی کی موجودہ پوزیشن کو دیکھتے ہوئے سوکانتا مجمدار کے لیے کلکتہ میونسپل انتخاب جیتنا کافی ٹیڑھی کھیر ثابت ہونے والا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ جس طرح اسمبلی انتخاب کے لیے قومی سطح کے لیڈران نے کلکتہ کو گھر بنا لیا تھا اور ہفتوں یہاں ڈیرا ڈالے ہوئے تھے تاکہ پارٹی کو مضبوط بناسکیں اسی طرح ایک بار پھر کلکتہ میں سینئر لیڈران کی آمد کا امکان ہے لیکن ان کی آمد سے پارٹی کو کتنا فائدہ پہنچنے والا ہے یہ کہنا ذرا مشکل ہوگا۔ ویسے چند ماہ بعد یوپی میں اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں جس کے لیے مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ اور پی ایم مودی بے حد مصروف ہیں اور آئے دن مودی جی یوپی میں نظر آرہے ہیں، ایسے میں ان کا بنگال دورہ تھوڑا مشکل نظر آرہا ہے لیکن امت شاہ و دیگر سینئر لیڈران کی کلکتہ آمد زیرغور ہے اور وہ جلد شہر نشاط میں جلوہ گر ہوسکتے ہیں۔ ▫▫

تجزیہ

سیاسی مبصر کے قلم سے

یوپی اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء

کیا یوگی کی جیت پر ہوگا مودی اقتدار کا دارومدار

یوپی اسمبلی انتخابات کو لے کر امت شاہ نے ایک بار پھر اپنے بیان کو دوہرایا ہے کہ پارٹی کو ۲۰۲۴ء کے عام انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ۲۰۲۲ء میں وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کا یوپی جیتنا ضروری ہے۔ بی جے پی انتخابی موڈ میں واپس آگئی، وہ بھی آن لائن کے بجائے آمنے سامنے بات چیت کرتے ہوئے۔ گزشتہ دنوں مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے وارانسی میں تقریباً ایک گھنٹے کی طویل میٹنگ کی جس میں ۷۰۰ کے قریب کارکنان موجود تھے جنھیں انھوں نے یوپی کا قلعہ دوبارہ فتح کرنے کے تعلق سے باتیں سمجھائیں۔ اس دوران انھوں نے پارٹی کارکنان کو کئی باتوں پر پھٹکار بھی لگائی جس کے بعد پارٹی رہنما اس الیکشن کو تمام انتخابات کا 'باپ' قرار دے رہے ہیں۔ غور طلب ہے کہ شاہ نے کچھ ہفتے پہلے ہی یہ بیان دیا تھا کہ ۲۰۲۴ء کے عام انتخابات میں پارٹی کو دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے یوپی میں وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کا جیتنا ضروری ہے تاہم اس بار شاہ نے دعویٰ کیا کہ آدتیہ ناتھ کی اقتدار میں واپسی نہ صرف بی جے پی کے لیے بلکہ ہندستان کے لیے بھی ضروری ہے۔ انھوں نے کئی بار دوہرایا۔ آپ کو یوگی آدتیہ ناتھ کی واپسی کو یقینی بنانا ہوگا۔ یہ صرف ایم ایل اے کا انتخاب نہیں بلکہ مودی کی اقتدار میں واپسی کی کنجی ہے۔ یوپی انتخابات میں ۳۰۰ سے زیادہ سیٹیں جیتیں اور ۲۰۲۴ء کا راستہ صاف کریں۔ حکمراں جماعت کے چیف الیکٹورل اسٹریٹجسٹ نے اس الیکشن میں ۴۰۳ میں سے ۳۰۰ سیٹیں جیتنے کا ہدف رکھا ہے۔

چناؤ سے متعلق میٹنگ میں انتخابی نعرے بھی لگائے گئے اور یوگی کو 'سب سے بڑے لڑیّا' جو وشال بھاردواج کی فلم 'اومکارا' کے ایک گانے کے بول ہیں، بتایا گیا۔ واضح رہے کہ مودی شاہ جواب تک کسی بھی الیکشن کے اہم چہرے ہوا کرتے تھے اور ہر جگہ پی ایم مودی کو سامنے رکھ کر ہی چناؤ لڑا جاتا تھا لیکن یوپی میں الگ ہی نظارہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ یہاں وزیراعلیٰ یوگی کو ایک ایسے شخص کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس نے یوپی کی تصویر بدل کر رکھ دی ہے اور یہاں لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ختم کردیا ہے۔

یہی نہیں، یوگی آدتیہ ناتھ کو ایک ایسے عظیم شخص کے طور پر پیش کیا جارہا ہے جو کووڈ کے دور میں اپنے والد کی موت اور ان کی آخری رسومات میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ اس طرح انھوں نے قربانی کی ایک نئی مثال پیش کرتے ہوئے یوپی کی عوام کے لیے اپنے جذبات کو کچل ڈالا۔ جہاں تک یوپی چناؤ کے اخراجات کا تعلق ہے تو اس پر پارٹی ذرائع کا کہنا ہے کہ ریاست کے اسمبلی انتخابات میں جیت حاصل کرنے کے لیے جو کچھ بھی کرنا پڑے وہ کیا جائے گا۔ یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ انتخابی مہم پر سب سے زیادہ خرچ بی جے پی ہی کرتی ہے اور اس کی جھلک بنگال چناؤ میں ہی دیکھنے کو مل چکی ہے اور اب بات یوپی کی ہے تو یہاں پارٹی کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھے گی۔ اس لیے یوپی انتخابات میں بھگوا جماعت کی طرف سے بھاری اخراجات کی امید یقینی ہے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پارٹی پی ایم مودی کا بھی زیادہ سے زیادہ استعمال کرے گی۔ اس مہینے میں وزیراعظم تقریباً ہر ہفتے ہی یوپی میں ہوں گے اور ترقیاتی منصوبوں کو ہری جھنڈی دِکھائیں گے۔ مودی ریکارڈ تعداد میں عوامی جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے ریاست بھر کا دورہ کریں گے۔ مودی کی ڈائری (دوروں کی فہرست) فی الحال شاہ کے پاس ہے اور شاہ کا کہنا ہے کہ جہاں بی جے پی کو ان کی ضرورت ہوگی، وہ وہاں موجود ہوں گے۔ انتخابی حکمت عملی تیار کرنے کے بعد امت شاہ حزب اختلاف پر بھی نشانہ لگاتے نظر آئے۔ شاہ نے پارٹی صدر کے طور پر دعویٰ کیا تھا کہ مسڈ کال مہم کے بعد بی جے پی دنیا کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی بن گئی ہے۔ اس مہم کے سپورٹ بیس میں نمایاں اضافہ دیکھنے کو ملا ہے اور اب یہی مہم اترپردیش میں بھی چلائی جارہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ ووٹروں کو پارٹی سے جوڑا جاسکے۔ ہر اسمبلی حلقہ کے ہر بوتھ کی نگرانی کی جائے گی اور ہر بوتھ کا ایک انچارج ہوگا۔ بی جے پی خود کو سب سے بڑے وہاٹس ایپ موبلائزر کے طور پر بھی مضبوط کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ اس کے پاس چیٹ گروپس کی ایک لمبی فہرست ہے، جو برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ یہ پارٹی کو ووٹروں تک براہِ راست پہنچنے کا ایک آسان اور مؤثر طریقہ فراہم کرتا ہے۔ پارٹی کا یوپی کے ہر گاؤں میں وہاٹس ایپ چیف یا بلاک انچارج ہے۔ اسے منفی تشہیر بھی کہا جاسکتا ہے جو بآسانی کوئی بھی نیوز یا فیک نیوز پھیلا سکتا ہے۔ غور طلب ہے کہ بھگوا جماعتوں کی جانب سے اپوزیشن کو کرپٹ لیڈر کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جواب تک ریاست کو صرف لوٹتے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکھلیش یادو اور ان کی سماجوادی پارٹی کو طالبانی ذہنیت والا بھی بتایا جارہا ہے کیونکہ بی جے پی اچھی طرح جانتی ہے کہ اکھلیش پارٹی کی جیت کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ساتھ ہی پرینکا گاندھی بھی بھگوا خیمے کے لیے بڑا چیلنج بن کر اُبھری ہیں۔ اکھلیش یادو نے حال ہی میں جو سماج وادی عطر لانچ کیا ہے وہ بی جے پی کو موقع فراہم کرچکا ہے، کیونکہ اسے وہ اقلیتوں کی خوشامد کرنے کے الزامات کے طور پر استعمال کرے گی۔ واضح رہے کہ پولرائزیشن کی سیاست بھگوا جماعت کا وطیرہ رہا ہے اور یوگی کے ذریعہ طالبان کے خلاف فضائی حملوں رام مندر کے کام میں تیزی، کورونا وبا اور قبرستان جیسے نام نہاد الفاظ کے استعمال کے بعد ووٹروں کا رجحان بی جے پی کی طرف بڑھا ہے اور اب قائداعظم جناح کے نام کا استعمال کیا جارہا ہے جس پر بالکل بھی حیرانی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ بھی انتخابی پولرائزیشن کی ہی ایک کوشش ہوسکتی ہے۔ جہاں تک یوپی میں پرینکا گاندھی واڈرا اور ان کی کانگریس کا سوال ہے تو فی الحال بی جے پی انھیں حادثاتی انتخابی سیاح کہہ کر مسترد کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ اس کے برخلاف یوگی حکومت پر اب تک خاموش رہنے والی مایاوتی اور بی ایس پی کو نظرانداز کرنے کا سوال ہے تو یہ بی جے پی کی بی ٹیم بننے کے لیے حامی بھرنے کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔ الغرض بی جے پی نے یوپی چناؤ کے لیے کمر کس لی ہے اور امت شاہ ریاست میں چناؤ کی کمان سنبھالے ہوئے ہیں اور اسی لیے وہ یوگی کی جیت کو مودی کی جیت بتارہے ہیں۔

کھیل کی دنیا: اعجاز پٹیل نے رقم کی تاریخ

نیوزی لینڈ کے بائیں ہاتھ کے اسپنر اعجاز پٹیل ٹیسٹ تاریخ میں ایک اننگ میں تمام دس وکٹیں لینے والے تیسرے گیند باز بن گئے ہیں۔ پٹیل نے ہندستان کے خلاف دوسرے اور آخری کرکٹ ٹیسٹ میچ کے دوسرے دن ۵ء۴۷ اوور میں ۱۱۹ رن پر ۱۰ وکٹیں لے کر یہ حصولیابی اپنے نام کی۔ ممبئی میں پیدا ہونے والے اعجاز نے اپنے گھر میں یہ تاریخ رقم کی ہے اور غیر ملکی سرزمین پر ایک اننگ میں دس وکٹیں لینے والے پہلے گیند باز بنے ہیں۔ جم لیکر نے یہ کارنامہ پہلی بار ۱۹۵۶ء میں دوہرایا اور اب ۲۰۲۱ء میں اعجاز نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔

اعجاز پٹیل گھر سے دور ایک اننگ میں دس وکٹ لینے والے پہلے گیند باز بنے ہیں۔ لیکر (مانچسٹر) اور کمبلے (دہلی) دس وکٹ لینے والے سابقہ دو گیند بازوں نے گھریلو میدان پر یہ کامیابی حاصل کی تھی۔ ممبئی کا لڑکا ایک خواب لیے نیوزی لینڈ سے واپس ممبئی آتا ہے اور سنیما کی ہزاروں اسکرپٹ کے درمیان ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ایسی اسکرپٹ لکھتا ہے جسے آنے والے کئی برسوں تک یاد رکھا جائے گا۔ اعجاز پٹیل - اس نام کو اب لیکر اور انل کمبلے جیسے عظیم گیند بازوں کی اس فہرست میں شامل کیا جائے گا، جس میں کسی گیند باز نے ٹیسٹ کرکٹ کی ایک اننگ میں دس وکٹ حاصل کیے ہوں۔ اعجاز نے ٹیسٹ کرکٹ کی اس تاریخی اسکرپٹ کو اپنی انگلیوں سے ۴۸ ویں اوور میں لکھی۔ شمعون گل کو فلائی ٹیڈ اور فل لینتھ گیند پر آسان سا کیچ کرایگا، پھر پجارا فلر لینتھ گیند پر بولڈ کر دیا۔ کپتان ویراٹ کوہلی فل لینتھ گیند کو اسٹرائیڈ لے کر دفاعی انداز میں کھیلنا چاہتے تھے، لیکن گیند پیڈ پر لگی اور امپائر نے آؤٹ قرار دیا۔ اعجاز کو چوتھا وکٹ، سافٹ ڈسمسل، بیٹ پیڈ اور کیپر کے ہاتھوں میں ایک آسان سا کیچ۔ پھر ساہا اسٹمپ کے سامنے پلمب ہوگئے۔ اشون پہلی ہی گیند پر بولڈ ہوئے، مڈل اسٹمپ پر فلر گیند ڈفینس کرنے گئے، گیند باہر کی طرف زیادہ ٹرن ہوئی، بلے کو چھوڑتی ہوئی سیدھی آف اسٹمپ پر جا ٹکرائی پھر مینک کو کیپر کے ہاتھوں کیچ کرایا۔ اکشر کا وکٹ آٹھویں وکٹ کے طور پر ملا۔ پھر جینت کا وکٹ لانگ آف پر کیچ کی صورت میں ملا۔ لاسٹ وکٹ پر سراج سلو کرنے کی کوشش کی اور مڈ آن پر رچن نے یہ کیچ لیا اور اعجاز نے تاریخ میں اپنا نام درج کرا لیا۔

بابر اعظم ۲۰۲۱ء میں زیادہ ففٹی پلس اسکور کرنے والے بیٹسمین بنے

قومی کرکٹ ٹیم کے کپتان بابر اعظم ۲۰۲۱ء میں سب سے زیادہ ففٹی پلس رن بنانے والے بیٹسمین بن گئے۔ ڈھاکہ ٹیسٹ کے پہلے روز قومی کرکٹ ٹیم کے کپتان بابر اعظم نے ففٹی بنا کر ایک اور اعزاز اپنے نام کر لیا۔ بابر اعظم ۲۰۲۱ء میں سب سے زیادہ ففٹی پلس رن بنانے والے بیٹسمین بن گئے۔ پاکستانی کپتان نے ۲۰۲۱ء میں انٹرنیشنل کرکٹ میں تین سنچریز اور تیرہ ہاف سنچریز بنائیں۔ محمد رضوان دو سنچریز اور ۱۲ ہاف سنچریز کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہیں۔ بھارت کے روہت شرما دو سنچریوں اور نو نصف سنچریوں سمیت ۱۱ فٹی پلس اسکور کے ساتھ تیسرے، جنوری افریقی اوپنر ایڈن مارکرم ایک سنچری اور نو نصف سنچریوں سمیت دس ففٹی پلس اسکور کے ساتھ چوتھے جبکہ بھارتی کپتان ویراٹ کوہلی رواں سال ۱۰ انصف سنچریوں کے ساتھ پانچویں نمبر پر ہیں۔ یاد رہے کہ بابر اعظم نے ڈھاکہ ٹیسٹ میچ کے پہلے روز بنگلہ دیش کے خلاف ۶۰ر اسکور بنائے اور وہ ناٹ آؤٹ ہیں۔

عتیق الزماں کا استعفیٰ منظور

نیشنل ہائی پرفارمنس سینٹر کے وکٹ کیپنگ کوچ عتیق الزماں کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے ذرائع نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ عتیق الزماں فیملی وجوہات کی بنیاد پر مستعفی ہوئے ہیں جبکہ پی سی بی نے ان کا استعفیٰ قبول کر لیا ہے۔ ذرائع کے مطابق عتیق الزماں آئندہ چند روز میں انگلینڈ روانہ ہو جائیں گے۔ ان کی فیملی انگلینڈ میں ہی رہائش پذیر ہے۔ عتیق الزماں کے مستعفی ہونے اور نیشنل ہائی پرفارمنس سینٹر میں وسیع تبدیلیوں کے حوالے سے چند روز قبل جیو نیوز نے رپورٹ نشر کی تھی۔ ذرائع کے مطابق عتیق الزماں نیشنل ہائی پرفارمنس سینٹر میں اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے مطمئن نہیں تھے، اس کا ذکر انھوں نے نیشنل ہائی پرفارمنس سینٹر کے ڈائریکٹر ندیم خان سے بھی کیا۔

طب وصحت: پیشاب کی نالی میں سوزش - علاج و علامات

پیشاب کے راستے کا انفیکشن (یو ٹی آئی) ایک عام حالت ہے جس میں یوریتھرائٹس (پیشاب کی نالی میں انفیکشن)، سیسٹائٹس (مثانے میں انفیکشن) اور پیلیونفریٹائٹس (گردے میں انفیکشن) شامل ہیں۔ واضح علامات اور علامات کی تکرار اس کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ اگر اس کا مناسب طریقے سے علاج نہ کیا جائے تو یو ٹی آئی (یورن ٹراٹ انفیکشن) سنگین نتائج کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ انفیکشن زیادہ تر ایک خاص طرح کے جراثیم (ای کولی) کی وجہ سے ہوتا ہے، جو کہ عام طور پر آنت میں رہنے والا ایک بیکٹیریا ہے۔ پیشاب کی نالی کی سوزش ایک تکلیف دہ مرض ہے۔ اکثر لوگ اس بارے میں بات کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ اس سوزش (یو ٹی آئی) کی علامت واضح ہوتی ہیں جنھیں آغاز سے ہی پہچانا جا سکتا ہے۔ مگر اکثر مریض اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان علامات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ مثلاً ہر وقت پیشاب کی خواہش عام علامت ہے جس میں ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پیشاب آ رہا ہے چاہے آپ ابھی باتھ روم سے ہو کر آئیں ہوں۔ اس حوالے سے ایمرجنسی کا احساس یہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً واش روم جانے پر پیشاب بہت کم آئے۔ یہ محسوس ہو کہ مزید آنا چاہیے لیکن کوشش کے باوجود ایسا نہ ہو۔ یا آپ کو اطمینان نہ ہو۔ اس بیماری میں واش روم جانے پر آپ کو جلن کا احساس ہو سکتا ہے اور یوں لگے کہ یہ کام انتہائی مشکل ہے۔ اسی طرح آپ کو درد بھی ہو سکتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں یہ خرابی کی علامات ہوتی ہیں۔ یو ٹی آئی مرض میں پیشاب میں اکثر خون آتا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر کسی کے ساتھ ایسا ہو۔ اسی طرح پیشاب دیکھنے میں دھندلا بھی ہو سکتا ہے۔ مثانے میں کسی بھی قسم کے انفیکشن میں پیشاب کی بدبو بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ اگر آپ کو ان علامات کا شک ہو تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کریں۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق ٹیسٹ بھی کرائیں۔ ویسے تو پیشاب کی رنگت ہی بہت کچھ بتا دیتی ہے۔ اگر یہ رنگت زرد یا زرد سے ہٹ کر کچھ اور ہو تو یہ فکرمندی کی علامت ہے۔ سرخ اور بھوری رنگت انفیکشن کی علامت ہے لیکن یہ بھی دھیان رکھیں کہ آپ نے ایسی غذا تو نہیں کھائی جو رنگت گلابی، نارنجی یا سرخ کر رہی ہو۔ پیشاب کی نالی میں سوزش دراصل مثانے میں سوزش کی وجہ سے ہوتی ہے۔ کسی بھی طرح انفیکشن کے نتیجے میں جب جسم کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ کچھ غلط ہو رہا ہے تو فوراً ورم پیدا ہونے لگتا ہے۔ حفاظتی تدابیر کے ساتھ جسم خون کے سفید خلیات کو خارج کرتا ہے جس کے نتیجے میں تھکاوٹ کا احساس ہونے لگتا ہے۔ دیگر علامات کے ساتھ بخار بھی پیشاب کی نالی میں سوزش کی شدت میں اضافہ کرتا ہے۔ یہ انفیکشن گردوں کی جانب بھی پھیل سکتا ہے۔ اگر بخار ایک سو یا زیادہ ہو یا ٹھنڈک محسوس ہوتی ہو یا رات کو سوتے ہوئے جسم پسینہ میں بھیگنے لگتے تو فوراً اپنے طبّی معالج سے مشورہ کریں۔

اس سوزش کی عام وجوہات: پیشاب کی نالی میں سوزش کی چند وجوہات ہوتی ہیں جن سے اکثر افراد لاعلم ہوتے ہیں۔ خواتین میں اس کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے مگر مردوں کو بھی اس کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اس کی سب سے عام وجوہات درج ذیل ہیں۔

قبض: اکثر قبض رہنا مثانے کے لیے خالی ہونا بھی مشکل بنا دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس نالی میں بیکٹیریا کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگتی ہے جو کہ انفیکشن کا باعث بنتے ہیں۔ اسی طرح ہیضہ یا بدہضمی بھی پیشاب کی نالی میں سوزش کا خطرہ بڑھانے والے امراض ہیں۔

ذیابیطس کو کنٹرول نہ کرنا: جب بلڈ شوگر زیادہ ہوتی ہے تو یہ اضافی شوگر پیشاب کے راستے خارج ہوتی ہے جو کہ بیکٹیریا کی نشوونما کے لیے ماحول سازگار بنا دیتا ہے اور متاثرہ فرد کو تکلیف دہ مرض کا شکار یعنی ذیابیطس کے مریضوں کو اس حوالے سے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ پیشاب کو کئی کئی گھنٹے روکے رکھتے ہیں تو یو ٹی آئی کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے پر بیکٹیریا پھیل جاتا ہے اور اس کی نشوونما تیزی سے ہونے لگتی ہے۔

جسم میں پانی کی کمی: بہت زیادہ پانی پینا نہ صرف پیاس سے نجات دلاتا ہے بلکہ یو ٹی آئی سے بھی تحفظ دیتا ہے خاص طور پر گرمیوں میں اگر مناسب مقدار میں پانی کا استعمال نہ کیا جائے تو اس سوزش کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

گردوں کی پتھری: گردوں میں جمع ہونے والی منرلز کا یہ مجموعہ بھی پیشاب کی نالی میں سوزش کا خطرہ بڑھاتا ہے کیونکہ ایسا ہونے سے پیشاب کی نالی میں بلاکنگ ہوتی ہے جو بیکٹیریا کی نشوونما بڑھاتی ہے۔

انفیکشن سے کیسے بچیں: پیشاب کی نالی میں سوزش کافی تکلیف دہ مرض ہوتا ہے اور اس کے بارے میں بات کرتے ہوئے کافی لوگ ہچکچاتے بھی ہیں تاہم اس سے بچنا بہت آسان ہوتا ہے۔ بس پانی زیادہ پینے کی عادت پیشاب کی نالی کی سوزش جیسے تکلیف دہ مرض کا خطرہ کم کر دیتا ہے، خصوصاً خواتین کے لیے تو یہ عادت بہت ضروری ہے۔ میامی یونیورسٹی کی تحقیق میں بتایا گیا کہ خواتین میں اس مرض کا خطرہ مردوں کے مقابلے میں ۶۰ فیصد زیادہ ہوتا ہے یا ہر چار میں سے ایک اس سے متاثر ہو سکتی ہے۔ تحقیق کے مطابق اس تکلیف دہ مرض سے بچنے کا آسان اور محفوظ طریقہ انفیکشن کی روک تھام کرنا ہے اور عام معمول سے ایک لیٹر زیادہ پانی پینا اس بیماری سے بچانے میں مدد دیتا ہے۔ زیادہ پانی پینے سے مثانے میں اکٹھا ہونے والے بیکٹیریا کو نکالنا آسان ہو جاتا ہے اور ان کا اجتماع نہیں ہو پاتا جو کہ اس مرض کا باعث بنتے ہیں۔ پیشاب کی نالی میں انفیکشن سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ بیکٹیریا کو جمع ہونے سے روکا جائے۔ پانی زیادہ پینا اس سے بچنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور اس پر کوئی اضافی خرچہ نہیں ہوتا جبکہ کوئی مضر اثرات بھی مرتب نہیں ہوتے۔ □□

ادبیات

فخرِ کونین کو، زیبِ دارین کو، نورِ قمرین کو، قرۃِ عین کو، السلام

مولانا ولی اللہ قاسمی بستوی

ظلِ رحمان کو، بحرِ فیضان کو، کنزِ عرفان کو، شرحِ فرقان کو، السلام
فخرِ کونین کو، زیبِ دارین کو، نورِ قمرین کو، قرۃِ عین کو، السلام

ذاتِ مرغوب کو، گوہرِ مطلوب کو، حق کے مندوب کو، رب کے محبوب کو، السلام
قامتِ ناز کو، زلفِ ممتاز کو، نیک انداز کو، رب کے ہمراز کو، السلام

جلوۂ طور کو، بیتِ معمور کو، روئے پرنور کو، حق کے منصور کو، السلام
بحرِ ذخار کو، گنجِ اسرار کو، شمعِ ضوبار کو، دُرِ شہوار کو، السلام

فخرِ معراج کو، دہر کی لاج کو، نورِ منہاج کو، سب کے سرتاج کو، السلام
حق کے شہکار کو، حسنِ اظہار کو، اِک گہر بار کو، صاحبِ غاز کو، السلام

صدقِ صدیق کو، حق کی تحقیق کو، دل کی توثیق کو، ان کی تصدیق کو، السلام
عدل کی شان کو، دین کی آن کو، فکر کی کان کو، نطقِ قرآن کو، السلام

خوگرِ صبر کو، حلم کے قصر کو، جود کے فخر کو، طالبِ اجر کو، السلام
حیدری وار کو، بے اماں دھار کو، تیغ بردار کو، اِک علمدار کو، السلام

پختۂ حزم کو، پیکرِ عزم کو، مانعِ رزم کو، علم کی بزم کو، السلام
حق کی آواز کو، فیضِ اعجاز کو، اہلِ اعزاز کو، حبشی جانباز کو، السلام

مدح کی جان کو، حق کی پہچان کو، نیک انسان کو، ان کے حسان کو، السلام
اے ولیؔ نعت کو، دل کی سوغات کو، نیک جذبات کو، آپؐ کی ذات کو، السلام

وہ مسلم ہی نہیں جس کا یقیں کامل نہیں ہوتا

قاری محمد اسحاق حافظؔ سہارنپوریؒ

سکونِ دل کہیں اس کو کبھی حاصل نہیں ہوتا
قوانینِ خداوندی پہ جو عامل نہیں ہوتا

عمل ناآشنا ہیں جو انھیں آساں بھی مشکل ہے
جو پیکر ہیں عمل کے ان کو کچھ مشکل نہیں ہوتا

عمل کا مدعا ہی فوت ہو جاتا ہے اے ناداں
عمل میں جذبۂ صادق اگر شامل نہیں ہوتا

وہ جس کا ناخدا طوفان میں کھودے حواس اپنے
سفینہ وہ کبھی آسودۂ ساحل نہیں ہوتا

مسلماں اور اس کے لطف سے مایوس ہو جائے
وہ مسلم ہی نہیں جس کا یقیں کامل نہیں ہوتا

تلاشِ منزلِ مقصود میں جو گھر سے نکلا ہے
حوادث لاکھ آئیں وہ مگر بددل نہیں ہوتا

جو حق پر جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں
خدا شاہد انھیں اندیشۂ باطل نہیں ہوتا

زمانے کے خردمندوں کو ہم نے آزما دیکھا
کسی سے حل ہمارا عقدۂ مشکل نہیں ہوتا

مرے دل سے تمہاری یاد جا کر بھی نہیں جاتی
یہ وہ رہرو ہے جو بیگانۂ منزل نہیں ہوتا

کسی اور انجمن میں ڈھونڈیئے جا کر سکونِ دل
یہ دنیا ہے یہاں حاصل سکونِ دل نہیں ہوتا

وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں اے حافظؔ
جنھیں کچھ بھی خیالِ حال و مستقبل نہیں ہوتا

بوسیدہ اچکنوں میں چھپی آن بان ہوں

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

بوسیدہ اچکنوں میں چھپی آن بان ہوں
میں بھی کسی عروج کا مٹتا نشان ہوں

میں اندھوں اور بہروں کی آنکھ اور کان ہوں
جن کی زبان چھن گئی ان کی زبان ہوں

فصلوں کو ہر خطر سے میں کرتا ہوں ہوشیار
کھیتوں کے درمیان وہ اونچی مچان ہوں

سودے جہاں پہ ملتے ہیں جنس گراں کے مفت
اس شہر بے بہا کی وہ لٹتی دکان ہوں

جو زلزلوں کی گود میں پلتے ہیں صبح و شام
ان آتشیں پہاڑوں کا میں اِک جہان ہوں

زنجیر توڑ کر جسے گائیں گے کل اسیر
اس آنے والے وقت کے نغموں کی تان ہوں

گولی کے سامنے ہیں جو پتھر لیے حنیفؔ
میں ان جیالے بچوں کی جرأت کا مان ہوں

آنکھ کے سامنے آئے گا تماشا بھی کوئی

اعجاز عسکری

دید کے بند طلسمات سے نکلا بھی کوئی
جوش دِکھلاتا کسے سامنے آیا بھی کوئی

ایک ہی سمت کو گرتی رہی دیوارِ ہوس
دوسری سمت اسے کاش اُٹھاتا بھی کوئی

ایک ایک نقش پہ سر دھنتا رہا پائے جنوں
مدعا اس سفرِ تند کا پاتا بھی کوئی

آج تو چپ ہوں کہ پیروں کے تلے صحرا ہے
راہ میں میرے کبھی آئے گا دریا بھی کوئی

کسی کی بہتے ہوئے منظر پہ نظر ٹھہرے گی
آنکھ کے سامنے آئے گا تماشا بھی کوئی

بقیہ: —— گاھے گاھے باز خواں...

کی خبر ملتے ہی حضرتؒ تلملا اُٹھے۔ مرکزی و ریاستی حکمرانوں سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کی اور انھیں مجبور کیا کہ شہر کو فوج کے حوالہ کیا جائے۔ چنانچہ مرادآباد کو فوج کے حوالہ کردیا گیا جس کے مثبت اثرات سامنے آئے۔ فساد کی آگ ٹھنڈی ہوئی، پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا، اس میں حضرتؒ نے انتہائی گرجدار آواز میں فرمایا:

''اس وقت وہاں صورتِ حال انتہائی خراب ہے۔ بدقسمتی سے ایڈمنسٹریشن اور پولیس کا ذہن نہیں بدلا ہے وہ آج بھی سازش میں مبتلا ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہاں مسلمانوں کو بدنام کردیا جائے یہ سب انتظامیہ اور حکومت کی ناکامی ہے جو کسی بھی مہذب ملک کے لیے قابلِ برداشت نہیں ہوسکتی۔''

۶/دسمبر۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کردی گئی۔ فرقہ پرستوں نے خوب خوب خوشیاں منائیں مگر جیسے ہی مسلمان اس کے خلاف اپنا احتجاج درج کرانے سڑکوں پر نکلے پولیس کی گولیوں نے ان کا بڑھ چڑھ کر استقبال کیا۔ ملک کا اکثر و بیشتر حصّہ مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہوگیا۔ ظاہر ہے مولانا اسعد مدنی مرحوم جو ایک بہادر باپ کے بہادر بیٹے اور راہِ عزیمت کے شہسوار تھے، کیسے اس صورتِ حال پر خاموش رہ سکتے تھے۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے فسادزدہ مقامات کا دورہ کیا اور پھر پارلیمنٹ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حکومت پر سخت نکتہ چینی کی اور صاف صاف اعلان کیا کہ ہندستان کے مسلمان کسی بھی قیمت پر بابری مسجد پر اپنے حق سے دست بردار نہیں ہوں گے عدالت جو فیصلہ کرے گی صرف وہی انھیں منظور ہوگا پورے ملک کو فسادات کے حوالہ کردیا گیا ہے، حد کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو انصاف سے محروم کرنے کی منصوبہ بند کوشش کی جارہی ہے نہ ان کی ایف آئی آر درج کی جاتی ہے اور نہ ہی قاتلوں کو گرفتار کیا جاتا ہے آپ نے حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ اگر افسروں کے خلاف ایکشن لیا جائے اور انھیں ایکشن کا خطرہ ہو تو وہ ظلم سے فوراً باز آجائیں گے اور پھر وہ فسادات بھی نہیں ہونے دیں گے۔ فسادات ہوتے رہیں، ظلم وتشدد ہوتا رہے، بے قصور مارے جاتے رہیں اور افسران کے خلاف کوئی کارروائی اس لیے نہ کی جائے کہ وہ ڈیمورلائز ہوجائیں گے، انتہائی تعجب کی بات ہے۔''

آپ نے حکومت کو یاد دلایا کہ:

''یاد رکھئے ایک ظلم سے ہزاروں ظلم جنم لیتے ہیں اور معاملات خراب ہوتے ہیں۔ آج مسلمان انسانی مصیبت اور پریشانی میں ہیں ایسے میں صحیح رُخ اختیار نہ کرنا غداروں کا کام ہے، جھوٹ اور بے ایمانی ہے اور یہ ملک کے ساتھ ہرگز وفاداری نہیں ہے۔''

حضرتؒ کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ ایک بار جو فیصلہ کرلیتے تھے اس پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹ جاتے تھے۔ فیصلے وہ ہمیشہ انتہائی غور وفکر اور اپنے ساتھیوں اور کارکنوں کے مشورہ کے بعد کرتے اور جب ایک بار کوئی فیصلہ کرلیا تو پھر کوئی انسانی طاقت انھیں اس پر عمل کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ بابری مسجد پر ان کا موقف اس کی واضح مثال ہے۔ بابری مسجد پر ان کا موقف تھا کہ یہ ایک دیوانی کورٹ کا معاملہ ہے اور اسے مذہبی وسیاسی رنگ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔ اسی موقف کی وجہ سے سب سے پہلے عدالت میں بابری مسجد کے مقام کی ملکیت کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ جمعیۃ علماء اترپردیش اس میں فریق بنی اور جمعیۃ علماء ہند کے فنڈ سے اس کے اخراجات پورے کیے گئے۔ اسی دوران کچھ طالع آزما لوگوں نے بابری مسجد کے معاملہ کو اپنی سیاسی امنگوں کی تکمیل کا ذریعہ بنانے کے لیے اس مسئلہ کو جذباتی طور پر اُبھارنے کی کوشش کی۔ اس کے لیے انھوں نے مظاہروں کا پروگرام بنایا اور بوٹ کلب پر ایک بڑا مظاہرہ کرڈالا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو فرقہ پرستوں کو موقع مل گیا کہ وہ بڑی تعداد میں اجودھیا میں اکٹھا ہونے لگے اور چند سال کی کوششوں کے بعد وہ اپنے بابری مسجد انہدام کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ چونکہ مسلمانوں میں ہمیشہ جذباتیت کا عنصر غالب رہتا ہے اس لیے ان کی خواہش تھی کہ جمعیۃ علماء ہند اور اس کی قیادت بالخصوص امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی بھی بابری مسجد کے تعلق سے ان کے اس نئے موقف کی حمایت کریں مگر یہ امیرالہند قدس سرہٗ کی ایمانی فراست ہی تھی کہ انھوں نے اپنے موقف سے سرمو بھی انحراف کرنے سے انکار کردیا۔ مولانا مدنیؒ کو ان کے موقف سے ہٹانے کے لیے بہت کچھ اخلاقی وغیر اخلاقی دباؤ بنانے کی کوشش کی گئی مگر حضرتؒ اپنے موقف پر قائم رہے اور یہ ہی ان کی استقامت تھی جس نے آج ان کی زندگی بھر مخالفت کرنے والوں کو بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور کردیا ہے کہ مولانا مدنی کا ہی موقف درست تھا اور اگر اس مسئلہ کو سڑک پر نہ لایا جاتا تو فرقہ پرستوں کو بابری مسجد منہدم کردینے کی کبھی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ چند باتیں یہ مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر پیش کی گئی ہیں ورنہ سچائی یہ ہے کہ حضرتؒ کی پچپن سالہ قومی وملّی خدمات اس طرح کے پُرعزم حالات و واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہندستان کے مسلمانوں کے حالات اس کے لیے شاہدِ عدل کی حیثیت رکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے زندگی کے ہر موڑ پر مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے اپنی پرحوصلہ جدوجہد کے وہ تابندہ نقوش ثبت کئے ہیں جو تاریخ عزیمت کا ایک زرین باب کہے جاسکتے ہیں۔ بلاشبہ مولانا مدنیؒ کی یہی تابناک پرعزم اور اہم خدمات میں جو آنے والی نسلوں کے لیے ریسرچ کا کام کا دیں گی۔

حضرت مرحوم آج ہمارے درمیان میں نہیں ہیں۔ وہ اپنی قومی وملّی خدمات کا صلہ پانے کے لیے اپنے ربّ کے حضور جاچکے ہیں۔ اب ہم ان کی رحلت پر ہر طرح کے مبالغوں سے پاک حقیقت پسندی پر مبنی سادہ سچا اور دل کی گہرائیوں سے بے دریغ تصنع اور سخن طرازی سے مبرا وہی مبارک جملہ کہہ سکتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ غار ثور اور اوّلین خلیفہ اسلام سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات پر آپ کے جسد اطہر کے پاس کھڑے ہوکر آپ کی جبین پاک کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''طاب حیاً وطاب میتاً'' یعنی آپ کی زندگی بھی پاکیزہ اور اچھی رہی اور آپ نے موت بھی پاکیزہ اور شاندار پائی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جملہ جس پاک شخصیت کے لیے کہا تھا وہ وہی پرنور شخصیت تھی جو اگر وجود میں نہ آتی تو یہ کائنات بھی اپنے وجود کے لیے شرمندۂ تعبیر نہ ہوتی۔ آج ہم اس اہم اور عظیم شخصیت کے لیے یہ جملہ دُہرا رہے ہیں جس نے نورِ نبوت کی شعاعوں سے جی بھر کر کسبِ فیض کیا تھا اور جو زندگی کے تمام عناصر میں آخر دم تک اس نورانی عکس کی حفاظت کرتا رہا۔ بلاشبہ امیرالہند حضرت مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہٗ کی زندگی بھی کامیاب و بامراد گزری کہ قوم وملّت اور انسانیت کی خدمت ان کا اوڑھنا بچھونا رہا اور آج جب وہ اپنے معبود حقیقی کے روبرو حاضر ہیں وہ آج بھی کامیاب و بامراد ہیں۔

بہرحال حضرت مرحوم اس دارِفانی میں آئے اور اپنی زندگی کے کامیاب ۷۸ سال گزار کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے جو تابناک نقوش چھوڑے ہیں وہ آنے والی نسلوں کے لیے انشاء اللہ مشعل راہ ثابت ہوں گے اس لیے کہ زندگی بھر انھوں نے صبر واستقامت ایمان وایقان تزکیۂ نفس اور راہِ عزیمت پر چلنے کی جو صدا لگائی ہے وہ آنے والے افراد تحریکوں قوموں اور ملتوں کی برابر رہنمائی کرتی رہے گی کیونکہ:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جنرل وپین راوت اور دیگر فوجی افسران کی ناگہانی موت ایک قومی نقصان: مولانا محمود مدنی

نئی دہلی ۱۲/دسمبر۲۰۲۱: جمعیۃ علماء ہند کے قومی صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے بھارت کے پہلے چیف آف ڈیفنس اسٹاف جنرل وپین راوت، ان کی اہلیہ اور دیگر فوجی افسران کی آئی اے ایف چوپر کریش ہونے کی وجہ سے ناگہانی موت پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے، اسے ملک کا بہت بھاری نقصان بتایا ہے۔ اس حادثے میں ملک نے اپنے نہایت قابل اور انتہائی تربیت یافتہ افسران کو کھودیا ہے، یہ درحقیقت قومی نقصان ہے۔ مولانا مدنی نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند اور ملک کا ہر ایک طبقہ، وطن کے اس اجتماعی سوگ میں شامل ہے اور مغموم خاندان کے ساتھ ہمدردی ویگانگت کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا مدنی نے حادثے میں زخمی کیپٹن ورون سنگھ کی جلد صحت یابی کی دعا کی ہے جو اس وقت بنگلور کے ملٹری ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

بقیہ— شخصیت کی تعمیر و تشکیل....

عملی زندگی میں ایسا نہیں ہوتا، آپ سے جو بعض وعداوت رکھتا ہے یا آپ کے بارے میں اس کے دل میں نفرت بھری ہوئی ہے وہ آپ کی مخالفت کرے گا، یہ آپ کا کمال ہے کہ منطقی اور مثبت انداز میں آپ اپنی بات منوانے میں کامیاب ہوجائیں، مزاج کی نرمی، دوستانہ روابط کے ذریعہ ایسا ہوسکتا ہے، ایسے موقع سے غصہ بھی بہت آتا ہے، اس پر قابو پانا انتہائی ضروری ہے کیوں کہ لوہا جتنا گرم ہوجائے ہتھوڑا کو ٹھنڈا ہی رہنا چاہیے، ورنہ لوہے کی طرح اس کے گلنے کا عمل شروع ہوجائے گا اور وہ اپنا وجود ہی کھو بیٹھے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ سامنے والے نے آپ کی عزت نفس کا خیال نہیں رکھا، ایسے میں آپ کی قوت برداشت اس قدر ہونی چاہیے کہ آپ اسے جھیل سکیں، یہ بات بھی یاد رکھیے کہ عزت واحترام کسی کے دینے سے نہیں ملتی، اللہ جسے چاہتا ہے، عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، اسباب کے درجہ میں غور کریں تو آپ کی قابلیت، صلاحیت، کام کرنے کی لگن، کچھ کر گزرنے کے جذبے سے عزت ملا کرتی ہے، جس نے آپ کو بُرا بھلا کہا اس نے اپنی ذہنیت آپ کے سامنے رکھ دی، اس سے آپ کا کچھ نہیں بگڑا، آپ نے برداشت کیا، اس سے لوگوں پر آپ کے جوہر کھلے۔

ہدف کو پانے اور مقاصد کے حصول میں سستی اور کاہلی بڑی رکاوٹ ہے، نیند جسم کی کارکردگی کو بڑھاتا ہے، لیکن بڑا وقت سو کر گزار دینا آپ کے کام کرنے کی صلاحیت اور وقت دونوں کو برباد کرتا ہے، آپ کا جو خواب ہے اسے پورا کرنے کے لیے آپ کا جاگنا انتہائی ضروری ہے، اے پی جے عبدالکلام نے کہا تھا کہ خواب وہ نہیں ہیں، جو آپ سوئے میں دیکھتے ہیں، خواب وہ ہیں جن کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے آپ راتوں کو جاگ کر گذارتے ہیں۔

ہدف کو پانے کے لیے یک سو ہوکر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، یک سوئی کو نقصان پہنچانے میں تناؤ اور ٹینشن کا اہم رول ہوتا ہے، اس لیے تناؤ سے ہر حال میں بچنا ضروری ہے، کیوں کہ وہ دماغ کے اس حصہ کو متاثر کرتا ہے جسے ہم 'ورکنگ میموری' کہا کرتے ہیں، ورکنگ میموری کی حیثیت سادے بورڈ کی ہوتی ہے، جب یہ تناؤ، فکرمندی، جذبات اور اس سے متعلق تصویروں سے بھر جاتا ہے تو دماغ کام کرنا بند کردیتا ہے، آپ نے بارہا لوگوں کو کہتے سنا ہوگا کہ ''میرا دماغ کام نہیں کررہا ہے'' تناؤ کی وجہ سے ہمارا ذہن سوچنے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے، مزاج میں چڑچڑا پن جھنجھلاہٹ اور بلاوجہ غصہ آنے لگتا ہے۔ ایسے میں آپ کا یکسو ہونا انتہائی ضروری ہوگا، یکسوئی سے آپ کے اندر صوفیاء کی اصطلاح میں 'خلوت در انجمن' کی کیفیت پیدا ہوگی اور مجمع میں بیٹھ کر بھی آپ اپنے ہدف، منصوبے اور منزل تک پہنچنے کے اسباب وعلل پر غور کرسکتے ہیں، اس کے لیے صوفیاء کے یہاں مختلف قسم کے مراقبے اور سائنسدانوں کے یہاں کسرت اور ریاضت کے آسان طریقے بتائے گئے ہیں، اس کے کرنے سے انسان تناؤ سے پاک زندگی گزارنے پر قادر ہوجاتا ہے اور اسے خیالات مجتمع کرنے کا ہنر آجاتا ہے۔

خوش رہنا بھی آپ کی ذہنی صلاحیت کو بڑھاتا ہے، یقیناً زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، پریشانیاں دکھ اور مصیبتیں زندگی کے ساتھ لگی ہوتی ہیں، لیکن جب آپ راضی برضاء الٰہی رہتے ہیں تو خوش رہنا آپ کے لیے مشکل نہیں ہوتا، بے اطمینانی، بے چینی اور پریشانی سے ہم اسی وقت متاثر ہوتے ہیں، جب مرضی الٰہی اور مشیت خداوندی پر آپ کا اعتماد کمزور ہوتا ہے۔

عام طور پر ایک منزل پر پہنچ کر آدمی مطمئن ہوجاتا ہے کہ ہم نے ہدف کو پالیا، یہ اطمینان انسان کو آگے بڑھنے سے روکتا ہے، ایک ہدف کے بعد دوسرا طے کیجئے اور مسلسل آگے بڑھتے رہیے، ہدف تک پہنچنے سے قبل آپ کی زندگی مکمل ہوگئی تو بھی اس کا فائدہ آنے والی نسل کو یقیناً پہنچے گا اور آپ جہاں پر کام چھوڑ کر گیے ہیں، آنے والے کو اس کے آگے کرنا ہوگا، یہ خود اپنے میں بڑی بات ہے۔

دنیا امید پر قائم ہے، اس لیے ہمیشہ پُرامید رہیے، ہماری زندگی برف کی سل کی طرح پگھلتی رہتی ہے، لیکن اللہ رب العزت نے ہمارے ذہن ودماغ کو امید سے بھر دیا ہے، یہ امید ہمیں جینے کا حوصلہ دیتی ہے، امید ختم ہوجائے تو زندگی گزارنا دوبھر ہوجاتا ہے، اس لیے خود کو برتنے میں امید کی بڑی اہمیت ہے۔ پرسکون، کامیاب، پرامید زندگی گذاریے اور اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیجئے، منزل، ہدف اور نشانے آپ کے قدم چومیں گے، اور آپ کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔ ◻◻

بقیہ— مسلمانوں کے خلاف...

والے آفات وحوادث یا بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے میں وہ سب سے آگے ہوں۔''

اس کے علاوہ مجلس عاملہ میں فروری کے اخیر ہفتہ میں قومی اجلاس مجلس منتظمہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔ مجلس عاملہ میں خاص طور سے جمعیۃ کی ضلعی اکائیوں کو فعال ومتحرک کرنے، ملت فنڈ کے قیام سے متعلق لائحہ عمل اور منصوبے پیش کیے گئے اور ان کو منظور کیا گیا۔ نیز جمعیۃ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت مدارس کے طلبہ کو عصری تعلیم و سرٹیفکٹ سے آراستہ کرنے کی جاری مہم، انسداد ہیٹ کرائم، دینی تعلیمی بورڈ، اصلاح معاشرہ، ووٹرس بیداری مہم، جمعیۃ یوتھ کلب اور لیگل سیل کی رپورٹیں پیش ہوئیں، جن پر مجلس عاملہ نے اطمینان کا اظہار کیا۔

اس موقع پر صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا مدنی نے اجلاس کے انعقاد اور ارکان عاملہ کی ضیافت کے لیے جمعیۃ علماء مغربی بنگال کے صدر مولانا صدیق اللہ چودھری اور ان کے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا صدیق اللہ چودھری نے تمام ارکان عاملہ کو مومنٹو پیش کیا اور طویل عرصے کے بعد کلکتہ میں جمعیۃ علماء ہند کے قومی اجلاس مجلس عاملہ کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر مجلس عاملہ کے اجلاس کے دوران ایک مختصر سی نشست بھی رکھی گئی جس میں مغربی بنگال کی ضلعی یونٹوں کے ذمہ داران شریک ہوئے اور ان کے سامنے جمعیۃ علماء ہند کے مختلف شعبوں کی رپورٹ پیش ہوئی۔

اجلاس میں صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی اور ناظم عمومی مولانا حکیم الدین قاسمی کے علاوہ مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، مولانا رحمت اللہ کشمیری، نائب امیرالہند مولانا مفتی محمد سلمان منصورپوری، مولانا صدیق اللہ چودھری، مولانا مفتی محمد راشد اعظمی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد سلمان بجنوری، مولانا مفتی محمد عفان منصورپوری، مولانا شوکت علی ویٹ، مفتی محمد جاوید اقبال قاسمی، مولانا نیاز احمد فاروقی، قاری محمد امین، مفتی عبدالرحمٰن نوگاواں سادات، مفتی احمد دیولہ گجرات، مولانا محمد عاقل گڑھی دولت، ڈاکٹر مسعود اعظمی، مولانا سراج الدین معینی اجمیری ندوی درگاہ اجمیر شریف، مفتی افتخار قاسمی کرناٹک، مولانا عبداللہ معروفی، مولانا محمد ناظم پٹنہ، حاجی محمد حسن چنئی، مولانا منصور کاشفی تامل ناڈو، مفتی شمس الدین بجلی، مولانا محمد ابراہیم کیرالہ، حاجی محمد ہارون، مولانا عبدالقدوس پالن پوری، مولانا کلیم اللہ خاں قاسمی اور حافظ عبیداللہ بنارس شریک ہوئے۔

بقیہ— جین اور ہندو مندروں....

اس پر لاگو نہیں ہوتی اور اس پر پیلس آف ورشپ ایکٹ ۱۹۹۱ء لاگو ہوگا۔

(۴) مدعی کا مقدمہ رضامندی اور حد بندی کے اصول کے خلاف ہے۔

(۵) ایک میمورنڈم ۱۹/فروری ۲۰۲۱ء کو لیگل ایکشن فار جسٹس ٹرسٹ کی جانب سے مرکزی حکومت اور محکمہ آثارِ قدیمہ کے اعلیٰ حکام کو ٹرسٹ کے صدر محمد اسعد حیات اور سکریٹری محمد انور صدیقی ایڈوکیٹ کے ذریعہ بھیجا گیا تھا۔ اس کے بعد ٹرسٹ کی جانب سے عدالت میں دعویٰ خارج کرنے کی درخواست دی گئی تھی۔ عدالت میں ٹرسٹ کے فریق بنیادی طور پر سینئر ایڈوکیٹ جناب میر اختر حسین صاحب نے پیش کیا۔ ان کے معاون کے طور پر ایڈوکیٹ عادل اور مسٹر پنت بھی شامل ہوئے۔

جناب فضیل احمد ایوبی ایڈوکیٹ سپریم کورٹ نے خصوصی طور پر اس کیس کی نگرانی کی۔ ◻◻

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

جناب بھائی محمد اسلام الدین جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے سکریٹری مقرر

مولانا حکیم الدین قاسمی سمیت دہلی کی متعدد شخصیات نے دی مبارکباد

نئی دہلی ۵ر دسمبر ۲۰۲۱ء: آج جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کی مجلس عاملہ کے اہم اجلاس میں نبی کریم کی معروف سیاجی و سماجی شخصیت بھائی اسلام الدین کو جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ موصوف گزشتہ ٹرم میں بھی جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے سکریٹری تھے، ساتھ ہی جمعیۃ علماء چاندنی چوک کے بھی ناظم تھے۔ آج صبح دس بجے نبی کریم کی چونا والی مسجد میں ریاستی جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں پوری ریاست دہلی سے جمعیۃ علماء کے مجلس عاملہ کے ممبر و مدعوئین شریک ہوئے۔ اجلاس کی کارروائی کے بعد جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے صدر مولانا عابد قاسمی اور ناظم اعلیٰ مولانا اسلام الدین قاسمی سیماپوری نے جناب بھائی اسلام الدین کو عہدہ کا خط سونپا اور مبارکبادی۔

اس موقع پر جمعیۃ علماء ہند کے قومی جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی اور مرکزی دفتر کے کئی اہم ذمہ داران بالخصوص مولانا ضیاء اللہ قاسمی، مولانا عرفان قاسمی، مولانا محمد یاسین جہازی، جناب عادل نصیر، جناب محمد مبشر، جناب محمد افضل، مولانا عظیم اللہ صدیقی وغیرہ موجود رہے، پرانی دہلی کی اہم سیاسی و سماجی و خادم الحجاج جناب اسعد میاں ناظم جمعیۃ علماء ضلع نئی دہلی کی معروف سماجی شخصیت اور جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے نائب صدر بھائی یوسف، مولانا عبدالسبحان قاسمی صدر جمعیۃ علماء چاندنی چوک، جناب حسنین صاحب ناظم جمعیۃ علماء چاندنی چوک بھی اس موقع پر موجود تھے۔

جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی نے اس موقع پر اپنے خطاب میں بھائی اسلام الدین صاحب کو مبارکباد دی اور امید ظاہر کی کہ وہ دورِ حاضر کی سب سے بڑی ضرورت دینی تعلیم اور اصلاح معاشرہ پر اپنی ریاست میں کام کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ جمعیۃ علماء کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے کہ اس کا عہدہ کسی کو فائدہ پہنچائے، مگر جمعیۃ علماء ایک ایسی دینی جماعت ہے کہ اس میں کام کرنے والا انشاء اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سرخرو ہوگا۔ انھوں نے کہ نبی کریم دہلی کا زرخیز حلقہ ہے، امید ہے کہ آپ حضرات جمعیۃ علماء کی آواز کو ہر جہت بلند کریں گے۔ مولانا ضیاء اللہ قاسمی نے بھی اپنی طرف سے اور چاندنی چوک جمعیۃ علماء کی طرف سے مبارک بادی، جناب اسعد میاں نے نئی دہلی جمعیۃ علماء کی طرف سے ان کو مبارکباد دی۔ اسی طرح دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے صدر مولانا داؤ دامینی، جنرل سکریٹری جناب مولانا قاری عبدالسمیع صاحب، جمعیۃ علماء نئی دہلی کے صدر مولانا قاسم نوری، جناب بھائی وسیم صدیقی جنرل سکریٹری اولڈ بوائے فتح پوری سینئر سکنڈری اسکول، مولانا مفتی حسام الدین قاسمی نائب صدر جمعیۃ علماء صوبہ دہلی، مولانا شمیم احمد قاسمی امام و خطیب جامع مسجد ذاکر نگر نے بھی مبارک بادی۔ سکریٹری مقرر کیے جانے پر بھائی اسلام الدین نے کہا کہ ان کو جو بھی ذمہ داری دی گئی ہے، وہ اس کو اس لائق نہیں سمجھتے، لیکن اللہ تعالی کے ہم شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں جمعیۃ علماء جیسی جماعت میں خدمت کرنے کا موقع دیا، ہم اسے نعمت سمجھتے ہیں۔

جمعیۃ علماء ہند کی دینی تعلیمی تحریک کے ذریعہ ہی فتنہ ارتداد کا مقابلہ ممکن

دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ضلع نئی دہلی و فصیل بند شہر کی میٹنگ میں مفتی قاسم قاسمی صدر منتخب

نئی دہلی ۷ر دسمبر ۲۰۲۱ء: دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ہند کی تحریک کو مستحکم کرنے کے مقصد سے آج مسجد غازی الدین اینگلو عربک اسکول اجمیری گیٹ فصیل بند شہر دہلی میں جمعیۃ علماء کے اراکین، علاقہ کے ذمہ داروں اور باا ثر علماء کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی، جس میں بطور مہمان خصوصی مولانا خالد گیاوی ناظم مرکزی دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ہند اور مولانا فصیل قاسمی نگراں دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ہند شریک ہوئے۔ نظامت کے فرائض دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے جنرل سکریٹری مولانا قاری عبدالسمیع اور نائب صدر مولانا جاوید صدیقی نے انجام دیے۔

اس موقع پر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء ضلع نئی دہلی کے لیے مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا، بعد میں اراکین مجلس عاملہ نے علاقے کی متحرک شخصیت اور نوجوان عالم دین مولانا قاسم قاسمی، شاہی امام و خطیب مسجد غازی الدین اینگلو عربک کو صدر منتخب کیا۔ ان کے علاوہ مولانا مفتی رئیس احمد صاحب امام و خطیب مسجد درگاہ فیض الٰہی ترکمان گیٹ اور جناب قاری محمد ابراہیم صاحب امام و خطیب مسجد پلیا والی پہاڑ گنج نائب صدر منتخب ہوئے۔ بطور جنرل سکریٹری الحاج محمد نوید رحمانی اجمیری گیٹ اور سکریٹری جناب الحاج عمران الدین صاحب ترکمان گیٹ، جناب الحاج حافظ محمد عمران صاحب اجمیری گیٹ اور خازن الحاج محمد فیضان رحمانی صاحب اجمیری گیٹ منتخب ہوئے۔

اس موقع پر اپنے خصوصی خطاب میں مولانا داؤ دامینی صدر دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی نے نسل نو کی تعلیم و تربیت کو مشن بنانے پر زور دیا، انھوں نے کہا کہ عہدے تو صرف ذمہ داری کا احساس دلانے کے لیے دیے جاتے ہیں، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح نماز فرض ہے، اسی طرح اس کے ارکان کو جاننا بھی فرض ہے۔ اس لیے دینی تعلیم کو عام تعلیم کی طرح نہ سمجھا جائے بلکہ یہ شرعی طور سے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ مولانا خالد گیاوی نے کہا کہ ہندستان میں آزادی سے قبل بہت سے اسلامی ادارے تھے، لیکن انگریزوں نے ان کو جڑ سے ختم کر دیا، جب ہر طرف بے دینی پھیل گئی تو اس ملک میں سب سے پہلا آزاد مکتب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ انھوں نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند آج یونیورسٹی بن گیا ہے، لیکن اصل تحریک کا منبع مکتب ہی تھا۔ دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے نائب صدر مولانا مفتی نثار الحسینی نے اپنے خطاب میں جمعیۃ علماء ہند کی تحریک کو وقت کی سب سے بڑی ضرورت قرار دیا۔ مولانا قاری عبدالسمیع جنرل سکریٹری دینی بورڈ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی نے ریاست بھر میں جاری تحریکات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ دہلی میں اب مختلف علاقوں میں ماڈل مکاتب قائم کیے جا رہے ہیں، انھوں نے کہا جمعیۃ علماء ہند کے اس خواب کو دہلی میں پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے گا کہ ہر مسلم بچہ مکتب ضرور جائے۔

اس موقع پر جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے نائب صدر جناب محمد یوسف صاحب کا شاندار استقبال کیا گیا۔ دہلی کی معروف شخصیت اور خادم الحجاج جناب اسعد میاں نے ان کو شال اوڑھا کر استقبال کیا۔ اجلاس میں قابل ذکر شخصیات کے طور پر مولانا عبدالسبحان قاسمی صدر جمعیۃ علماء چاندنی چوک، مولانا ضیاء اللہ قاسمی نائب صدر جمعیۃ علماء چاندنی چوک و سینئر آرگنائزر جمعیۃ علماء ہند، جناب وسیم صدیقی، مولانا غیاث بڑی مسجد ترکمان گیٹ و سکریٹری دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی، مولانا عبدالباسط قاسمی ناظم جمعیۃ علماء صوبہ دہلی، جناب حافظ محمد افضل، مولانا نجیب اللہ قاسمی، مولانا یاسین قاسمی، حاجی محمد مبشر، ڈاکٹر ابو مسعود، مفتی اسحق حقی نبی کریم سمیت بڑی تعداد میں ذمہ داران موجود تھے۔

بطور ارکان عاملہ جو حضرات منتخب ہوئے وہ حسب ذیل ہیں مولانا قاسم نوری صدر جمعیۃ علماء نئی دہلی، مولانا محمد شکیل صاحب امام و خطیب مسجد دریاں پان پہاڑ گنج، مولانا محمد امجد امینی صاحب امام و خطیب رحمانی مسجد اجمیری گیٹ، بلال مومن صاحب، الحاج ضیاء الدین صاحب، حافظ محمد صہیب صاحب حضرت نظام الدین، مولانا فیصل امینی صاحب ماتا سندری روڈ، الحاج محمد شکیل صاحب ترکمان گیٹ، الحاج محمد یعقوب صاحب ترکمان گیٹ، محمد ذیشان رحمانی صاحب اجمیری گیٹ، الحاج یحیٰی خان صاحب پٹودی ہاؤس، الحاج زبیر احمد صاحب ماتا سندری روڈ، الحاج محمد اخلاق صاحب، مولانا عظیم اللہ صدیقی، حاجی اسعد میاں، شیخ محمد جیلانی نظام الدین، مولانا رضوان قاسمی اندر لوک، الحاج محمد عمران اجمیری گیٹ۔

مدیر 'رہنمائے دکن' سید وقار الدین کے انتقال پر مولانا حافظ پیر شبیر احمد کا تعزیتی پیغام

حیدرآباد، ۱۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء: مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش نے جناب سید وقار الدین ایڈیٹر رہنمائے دکن اور صدر انڈو عرب لیگ کے سانحہ ارتحال پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ سید وقار الدین ایک بے لوث اور عظیم شخص تھے، کچھ عرصہ سے علیل تھے، کل مختصر سی علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" صدر محترم نے کہا کہ سید وقار الدین صاحب ایک خوش اخلاق ملنسار آدمی تھے وہ غریبوں کے مسیحا اور غمخوار تھے، ان کے انتقال کے ساتھ ہی اردو صحافت کا ایک روشن ستارہ غروب ہو گیا۔ انہوں نے اردو اخبار کو ہندوستان کا مسلمانوں کا ترجمان بنایا، اور اردو صحافت کے معیار کو بلند کیا، انہوں نے دکن کی صحافت کو بام عروج عطا کیا، اور اسے نئی بلندیوں سے آشنا کرنے میں وقار صاحب اور ان کے رہنما دکن کا کلیدی کردار رہا ہے، وہ اردو صحافت کے بے لوث خادم اور چمکتا ستارہ تھے، وقار صاحب کا سب سے بڑا اور امتیازی کام مسئلہ فلسطین کے تئیں مخلصانہ کاوشیں ہیں، وہ زندگی بھر مسجد اقصیٰ کی بازیابی اور فلسطین کو اسرائیلی جارحیت سے آزاد کرنے کیلئے کوشاں تھے، مجھ سے دیرینہ تعلقات رکھتے تھے جمعیۃ علماء سے خاص تعلق تھا، ان کے انتقال سے اردو صحافت اپنے مخلص خادم سے محروم ہوگی، ان کا انتقال اردو صحافت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلی مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ائمہ مساجد بھی انسان ہیں ان کے بھی یومیہ اخراجات ہیں

یہ تو ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ خودکشی کرنا حرام ہے لیکن اس کے باوجود بھی خودکشی کا رجحان بڑھتا ہی جا رہا ہے آئے دن لوگ خودکشی کر رہے ہیں جب تک لوگ عاشق و معشوق کی خودکشی کی خبر اخباروں میں پڑھتے تھے تو طنز و مزاح پر مبنی تبصرہ کرتے تھے ہنستے بھی تھے ہنساتے بھی تھے مگر خودکشی کے بڑھتے واقعات نے آج وہ صورتحال پیدا کر دی کہ قوم مسلم کو خون کے آنسو رونے کا وقت آ گیا، خود اپنی غیرت کو للکارنے کا وقت آ گیا اور خودکشی کو روکنے کے لئے میدان میں اترنے کا وقت آ گیا وہ بھی تقریروں کے ذریعے نہیں بلکہ عملی طور پر قدم بڑھانے کا وقت آ گیا کیونکہ اب وہ طبقہ خودکشی کرنے لگا جس کے سر ذمہ داری ہے کہ وہ محراب و منبر سے ہر طرح کے حرام کاموں سے بچنے کا پیغام دے یعنی ائمہ مساجد بھی خودکشی کرنے لگے اور ظاہر بات ہے کہ کوئی خوشی میں سرشار ہو کر خودکشی نہیں کرتا ہے بلکہ اپنی ناکامی سے تنگ آ کر، غریبی و تنگدستی سے عاجز آ کر خودکشی کرتا ہے یقیناً خودکشی کرنا بہادری نہیں ہے بلکہ بزدلی ہے اور حالات سے مقابلہ کرنا اور صبر سے کام لینا بہادری ہے، سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے کرام خودکشی کرنے لگیں گے اور ائمہ مساجد اور چھوٹے چھوٹے مدارس و مکاتب کی مسند سنبھالنے والے خودکشی کریں گے تو پھر ہمارا حال کیا ہوگا ہم کس بنیاد پر کسی کو رنج و الم کے موقع پر تسلی دیں گے، ائمہ مساجد کی خودکشی خیرامت کے لئے نیک فال نہیں، یہ مسئلہ نظر انداز کرنے کے قابل بھی نہیں ہے ہر حال میں قوم مسلم کو کوئی فیصلہ لینا ہوگا عوام کو راہ حق دکھانے کی ذمہ داری علمائے کرام و ائمہ مساجد کی ہے تو اب انہیں علماء و ائمہ کے حالات پر نظر رکھنا، ان کی ضروریات زندگی کی سہولیات کو فراہم کرنا کرانا قوم مسلم کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ بھی انسان ہیں۔

مسلمانوں کو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ائمہ مساجد اور چھوٹے چھوٹے مدارس و مکاتب میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے والوں کو کم تنخواہیں دے کر توکل کی بات کرنا اسلامی شریعت کے خلاف ہے، امام بھی آخر انسان ہے، اس کے بھی گھریلو اخراجات ہیں، اس کے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کا سوال ہے، اس کے سامنے بھی روزانہ تینوں ٹائم کھانے پینے کا مسئلہ ہے ان کے ساتھ بھی بوڑھے ماں باپ اور بھائی بہن ہوتے ہیں اور ساتھ ہی بیماری آرامی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اب ایسے میں کسی امام کی تنخواہ پانچ ہزار روپے ماہانہ ہو تو اس کا خرچ کیسے چلے گا آجکل گارا مٹی کرنے والا مزدور صبح نو بج جانے کے بعد کام پر آتا ہے کام شروع کرتے کرتے دس بج جاتا ہے اور دوپہر میں ایک بجے لنچ ہو جاتا ہے ایک گھنٹے کے بعد پھر کام شروع کرتا ہے اور شام پانچ بجے کام بند کر دیتا ہے اور تین سو ساڑھے تین سو روپے لے کر اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے کم از کم نو ہزار روپے ماہانہ اس کی آمدنی ہوتی ہے اور ایک امام روزانہ پانچ وقت نماز پڑھائے اسے ہم روزانہ ڈیڑھ سو سے دو سو روپے تک دیں تو اس کی زندگی تو گارا مٹی کرنے والے مزدوروں سے بھی خراب ہوگی ایک جلسے میں ہم ایک مقرر کو کم سے کم بھی نذرانہ دیتے ہیں تو دس ہزار سے کم نہیں دیتے اور ایک شاعر کو اکثر و بیشتر مقرر سے بھی زیادہ نذرانہ دیتے ہیں اور ایک امام کو پورے ایک دن کا زیادہ سے زیادہ دو سو روپے دیتے ہیں، بتائیے کون خوشحال ہوگا مقرر، شاعر، مزدور یا ہماری آپ کی مسجد کا امام؟

ائمہ مساجد کی قدر کرنا اور عزت کرنا ضروری ہے ادھر چند ماہ میں اتر پردیش، بہار، اترا کھنڈ میں ائمہ مساجد کی خودکشی کی خبروں نے عام آدمیوں کو جھگ جھوڑ کر رکھ دیا ہے، کیونکہ ابھی تک علمائے کرام و ائمہ عظام کی خودکشی کے واقعات نہیں سنے گئے تھے لیکن ادھر دس ماہ کے دوران کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں جو بظاہر ناقابل یقین معلوم ہوتے ہیں مگر لاک ڈاؤن کے دوران چھوٹے چھوٹے مدارس و مکاتب کے مدرسین نے کافی مشقتیں اٹھائی ہیں، بڑے اداروں میں بھی پرائیویٹ اساتذہ کے حالات بھی انتہائی ناگفتہ بہ ہو گئے آج تک کتنے بیچارے سنبھل نہیں سکے، جس طرح غریب شخص دو چار بیٹیوں کی شادی کے بعد تا زندگی ابھر نہیں پاتا اسی طرح لاک ڈاؤن کے دوران پرائیویٹ اساتذہ نے جو ٹھوکر کھائی ہے تو وہ آج بھی پریشان حال ہیں یہ واقعات حقیقت کے بہت قریب ہیں اخباروں کی رپورٹ کے مطابق کئی اماموں نے کم آمدنی کی وجہ سے گھریلو اخراجات کا بوجھ نہ اٹھا پانے کی وجہ سے دوسرے کاموں کا سہارا لیا کپڑے کی دکان پر کام کرنے لگے لیکن پھر بھی وہ ہمت ہار گئے اور آخری قدم اٹھا بیٹھے، حال ہی میں ایک امام صاحب کی لاش پھانسی کے پھندے سے لٹکتی ہوئی دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے اور انگشت بدنداں ہو گئے اس لئے کہ بالخصوص علماء و ائمہ میں حالات اس طرح کے نہیں آتے اور اچانک پے در پے اس طرح کے واقعات دیکھا جانا پوری قوم مسلم کیلئے المیہ بھی ہے اور لمحہ فکریہ بھی ہے۔

اگر یہ سب کچھ گھریلو اخراجات کی مار اور ہمت ہار جانے کی وجہ سے ہو رہا ہے تو پوری قوم اس کے لئے مجرم ہے، ہمیں اپنا مزاج تبدیل کرنا ہوگا اپنی سوچ بدلنی ہوگی اور ہمیں سمجھنا ہوگا کہ ائمہ مساجد بھی انسان ہیں، ان کے بھی اہل و عیال ہیں اور ان کے بھی یومیہ گھریلو اخراجات ہیں اس لئے اخراجات کے اعتبار سے ہی ائمہ مساجد کی تنخواہوں کا تعین ہونا چاہیے پانچ ہزار، سات ہزار روپے ماہانہ کو زیادہ سمجھنے کی سوچ سے باہر نکل کر دنیا کو قریب سے دیکھنا ہوگا، امام کی قدر و منزلت کو سمجھنا ہوگا اور ان کے دکھ سکھ میں ہمہ وقت شریک رہنا ہوگا تا کہ مستقبل میں ایسا وقت نہ آئے کہ مساجد کی تعمیر کے بعد امامت کے لئے ہمیں چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑے اگر وہ دن آیا تو قوم مسلم کے لئے بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی۔

جاوید اختر بھارتی

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 10 December 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

مسلمانوں کیخلاف سرکاری سرپرستی میں جاری نفرت کی مہم اور سیاسی مفاد کیلئے مذہب کا غلط استعمال ملک سے سراسر دشمنی اور بغاوت ہے: جمعیۃ علماء ہند

کلکتہ میں منعقد مجلس عاملہ میں مسلمانوں کے سلسلے میں غلط فہمی کے ازالہ کے لیے ضروری اقدام کا فیصلہ

کلکتہ رنئی دہلی ۱۱ر دسمبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ بھون کلکتہ کے مولانا اسعد مدنی ہال میں جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر مولانا سیّد محمود اسعد مدنی کی زیر صدارت قومی مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کا دوروزہ اہم اجلاس منعقد ہوا، جس کی آخری نشست آج ۱۱ر دسمبر کی صبح منعقد ہوئی۔ اجلاس میں ملک کی موجودہ فرقہ وارانہ صورت حال سمیت ایک درجن ایجنڈوں پر تفصیل سے تبادلہ خیال ہوا اور ان سے متعلق جمعیۃ کی جاری گرمیوں کا جائزہ لیا گیا۔

سابقہ کارروائی کی خواندگی جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی نے کی، اس موقع پر اپنے صدارتی خطاب میں صدر محترم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا محمود مدنی نے کہا کہ جمعیۃ علماء ہند کا اصل کام، ملک وملت کی فکری رہنمائی ہے، جمعیۃ علماء ہند نے آزادی وطن اور اس کے بعد تقسیم وطن کے موقع پر ملت کی رہنمائی کرکے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا تھا، جو تاریخ میں ہمارے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ آج کی موجودہ صورتحال کافی تشویشناک ہے، اس ملک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس کی کھلے عام توہین کی گئی، اس کے باوجود کوئی کارروائی نہیں ہوئی، ایسے موقع پر ہم یہ کہہ کر اکتفا نہیں کرسکتے کہ محض الیکشن کے لیے نفرت کا بیج بویا جاتا ہے، بلکہ مسلمان اور اس کی مذہبی شناختوں پر حملہ عمومی شکل اختیار کرتا جارہا ہے، ایسے وقت میں جمعیۃ علماء ہند کو اپنی ذمہ داری ادا کرنی ہوگی اور اسے آگے آکر حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا، نیز ایسے لائحۂ عمل طے کرنے ہوں گے جن کے ذریعہ باہمی منافرت کی فضا ختم کی جاسکے اور یہ غلط فہمیوں کے ازالے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس میں کافی غوروخوض کے بعد یہ طے کیا کہ سیرت و دیگر زیر بحث مسائل اور عناوین پر رسالے اور مختصر ویڈیوز تیار کرنے کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے قدیم شعبہ 'دعوت اسلام' کا احیا کیا جائے اور اس سلسلے میں مستقبل کے پلان تیار کیے جائیں۔ اہانت رسول کے مرتکبین کے لیے باضابطہ سزا دلانے سے متعلق قانونی اقدام کا جائزہ لیا گیا اور طے ہوا کہ سپریم کورٹ میں اس سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے جو عرضی دائر کی گئی ہے، اس پر ہر ممکن کوشش کی جائے۔

مجلس عاملہ نے ایک اہم تجویز میں برسر اقتدار پارٹی کی سرپرستی میں جاری منافرتی مہم اور سیاسی مفاد کے لیے مذہب کے غلط استعمال کو ملک سے سراسر دشمنی اور بغاوت قرار دیا۔ چنانچہ تجویز میں کہا گیا ہے کہ "سیاسی اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے مذہب اور مذہبی علامتوں کا استحصال، ہماری ملکی سیاست کا انتہائی قابل مذمت مزاج بنتا جارہا ہے۔ سیاست میں وقتی مفاد اور الیکشن میں ووٹ بٹورنے کے لیے اکثریتی طبقے کو خوش کرنا اور جذباتی نعروں کے ذریعہ اس کی حمایت حاصل کرنا اور مسلمانوں اور ان کے حقیقی مطالبوں سے صرف نظر کرنا بھی اسی سیاسی ہتھکنڈے کا حصہ ہے۔"

مجلس عاملہ نے آگے تجویز میں مسلم دشمن عناصر کی سرکار کی حمایت اور حوصلہ افزائی پر سخت تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کے لیے شعائر اسلام، مساجد، نماز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی توہین کے واقعات روز بروز بڑھتے جارہے ہیں اور سرکار اور انتظامیہ کی طرف سے ایسے عناصر کی حمایت وحوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو اشتعال دلاکر انھیں دیوار سے لگانے اور الگ تھلگ کرنے کی کوشش طویل مدت سے جاری ہے۔ حالانکہ مسلم اور اسلام دشمنی کے اعلانیہ اور اجتماعی اظہار کے باعث عالمی سطح پر وطن عزیز کی بدنامی ہورہی ہے اور اقوام عالم میں ہندستان کی متعصب، تنگ نظر، مذہبی انتہا پسند شبیہ بن رہی ہے، جس کی وجہ سے مختلف ممالک کے ساتھ ہمارے قدیمی تعلقات پر منفی اثرات پڑرہے ہیں اور بین الاقوامی پلیٹ فارم پر ہندستان مخالف عناصر کو اپنا ایجنڈا آگے بڑھانے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسی صورت حال میں ملک کی سالمیت اور ترقی کے حوالے سے جمعیۃ علماء ہند، برسر اقتدار پارٹی کو متوجہ کرنا چاہتی ہے کہ وہ فوری طور پر ایسے اقدامات اور پالیسیوں سے باز آئے جو کہ جمہوریت، انصاف اور مساوات کے تقاضوں کے خلاف ہیں، نیز صرف اور صرف مسلم اور اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔ یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ اکثریت کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرکے اپنے تسلط کو قائم رکھنا ملک کے ساتھ وفاداری اور محبت کے بجائے سراسر دشمنی اور بغاوت ہے۔

برسر اقتدار طبقے کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے والے عناصر کی مذموم حرکتوں کی وجہ سے ملک کی ترقی کے اقدامات پر پانی پھر گیا ہے اور ان کی افادیت پس پشت چلی گئی ہے، یہ ملک مسلمانوں کو نظر انداز کرکے کبھی بھی خوشحال اور ترقی یافتہ نہیں بن سکتا۔

جمعیۃ علماء ہند نے انصاف پسند اور ملک دوست افراد، جماعتوں اور گروہوں سے اپیل کی ہے کہ" ردعمل اور جذباتی سیاست سے کنارہ کشی کرتے ہوئے متحد ہوکر شدت پسند اور فسطائی طاقتوں کا سیاسی اور سماجی سطح پر مقابلہ کریں اور ملک میں بھائی چارہ، باہمی رواداری اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کریں۔

مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند نے امت کے نوجوانوں کے لیے بھی ایک خاص پیغام جاری کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "امت کے نوجوانوں اور طلبہ کی تنظیموں کو ہم خاص طور سے متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اندرونی و بیرونی وطن دشمن عناصر کے براہ راست نشانے پر ہیں، انھیں مایوس کرنے، بھڑکانے اور گمراہ کرنے کا ہر حربہ استعمال کیا جارہا ہے، ہمارے سامنے سیکڑوں مسلم نوجوانوں کی مثال ہے جنھیں جہاد کے نام پر دھوکہ دے کر پھنسایا گیا یا دہشت گردی کے جھوٹے الزامات لگاکر جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس لیے بالخصوص مسلم نوجوانوں کو چاہیے وہ جہاد کے نام پر کسی فریب کا شکار نہ ہوں اور اپنے قائدین پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی باتوں پر عمل کریں۔

وقت کا شدید تقاضا ہے کہ ہم اپنی بگاڑی گئی شبیہ کو بدلیں اور ملکی، ملی ودینی شعور کی ہم آہنگی کے ساتھ، جسمانی، ذہنی ور وحانی طور سے تندرست، بہادر، جاں نثار، انسانیت دوست، اور ملک کے وفادار شہری کا ایسا نمونہ پیش کریں جس پر ہمارے ملک وقوم کو ناز ہو۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کو ایسے خطوط پر منظّم کرنا چاہیے کہ ملک میں رونما ہونے

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

منظور کردہ تجویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند منعقدہ کلکتہ

سیاسی اغراض ومقاصد کے حصول کے لیے مذہب اور مذہبی علامتوں کا استحصال، ہماری ملکی سیاست کا انتہائی قابل مذمت مزاج بنتا جارہا ہے۔ سیاست میں وقتی مفاد اور الیکشن میں ووٹ بٹورنے کے لیے اکثریتی طبقے کو خوش کرنا اور جذباتی نعروں کے ذریعہ اس کی حمایت حاصل کرنا اور مسلمانوں اور ان کے حقیقی مطالبوں سے صرف نظر کرنا بھی اسی سیاسی ہتھکنڈے کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کو برانگیختہ کرنے کے لیے شعائر اسلام، مساجد، نماز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی توہین کے واقعات روز بروز بڑھتے جارہے ہیں اور سرکار اور انتظامیہ کی طرف سے ایسے عناصر کی حمایت وحوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو اشتعال دلاکر انھیں دیوار سے لگانے اور الگ تھلگ کرنے کی کوشش طویل مدت سے جاری ہے۔ حالانکہ مسلم اور اسلام دشمنی کے اعلانیہ اور اجتماعی اظہار کے باعث عالمی سطح پر وطن عزیز کی بدنامی ہورہی ہے اور اقوام عالم میں ہندستان کی متعصب، تنگ نظر، مذہبی انتہا پسند شبیہ بن رہی ہے، اس کی وجہ سے مختلف ممالک کے ساتھ ہمارے قدیمی تعلقات پر منفی اثرات پڑرہے ہیں اور بین الاقوامی پلیٹ فارم پر ہندستان مخالف عناصر کو اپنا ایجنڈا آگے بڑھانے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسی صورت حال میں ملک کی سالمیت اور ترقی کے حوالے سے جمعیۃ علماء ہند، برسر اقتدار پارٹی کو متوجہ کرنا چاہتی ہے کہ وہ فوری طور پر ایسے اقدامات اور پالیسیوں سے باز آئے جو کہ جمہوریت، انصاف اور مساوات کے تقاضوں کے خلاف ہیں، نیز صرف اور صرف مسلم اور اسلام دشمنی پر مبنی ہیں۔ یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیے کہ اکثریت کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرکے اپنے تسلط کو قائم رکھنا ملک کے ساتھ وفاداری اور محبت کے بجائے سراسر دشمنی اور بغاوت ہے۔ ایسے اقدامات، اقتدار کی کرسی تک پہنچنے اور سیاسی مفادات کے حصول میں معاون تو ہوسکتے ہیں، مگر یہ قومی مفاد میں ہرگز نہیں ہیں اور نہ ملک کو آگے لیجانے والوں کا یہ راستہ ہوسکتا ہے۔ برسر اقتدار طبقے کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے والے عناصر کی مذموم حرکتوں کی وجہ سے ملک کی ترقی کے اقدامات پر پانی پھر گیا ہے اور ان کی افادیت پس پشت چلی گئی ہے، یہ ملک مسلمانوں کو نظر انداز کرکے کبھی بھی خوشحال اور ترقی یافتہ نہیں بن سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اس منفی روش کو ترک کردیں اور قومی مفاد میں مخلصانہ طور سے آگے بڑھ کر اکثریت واقلیت کے درمیان اعتماد کی فضا بحال کریں ورنہ اس کے نتائج ملک وقوم سبھی کے لیے سخت نقصان دہ ہوں گے۔ ہم انصاف پسند اور ملک دوست افراد، جماعتوں اور گروہوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ردعمل اور جذباتی سیاست سے کنارہ کشی کرتے ہوئے متحد ہوکر شدت پسند اور فسطائی طاقتوں کا سیاسی اور سماجی سطح پر مقابلہ کریں اور ملک میں بھائی چارہ، باہمی رواداری اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کریں۔ امت کے نوجوانوں اور طلبہ کی تنظیموں کو ہم خاص طور سے متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اندرونی وبیرونی وطن دشمن عناصر کے براہ راست نشانے پر ہیں، انھیں مایوس کرنے، بھڑکانے اور گمراہ کرنے کا ہر حربہ استعمال کیا جارہا ہے، ہمارے سامنے سیکڑوں مسلم نوجوانوں کی مثال ہے جنھیں جہاد کے نام پر دھوکہ دیکر پھنسایا گیا یا دہشت گردی کے جھوٹے الزامات لگاکر جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس لیے بالخصوص مسلم نوجوانوں کو چاہیے وہ جہاد کے نام پر کسی فریب کا شکار نہ ہوں اور اپنے قائدین پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی باتوں پر عمل کریں۔ وقت کا شدید تقاضا ہے کہ ہم اپنی بگاڑی گئی شبیہ کو بدلیں اور ملکی، ملی ودینی شعور کی ہم آہنگی کے ساتھ، جسمانی، ذہنی ور وحانی طور سے تندرست، بہادر، جاں نثار، انسانیت دوست، اور ملک کے وفادار شہری کا ایسا نمونہ پیش کریں جس پر ہمارے ملک وقوم کو ناز ہو۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کو ایسے خطوط پر منظّم کرنا چاہیے کہ ملک میں رونما ہونے والے آفات وحوادث یا بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے میں وہ سب سے آگے ہوں۔

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
اپنی پوری شان کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے
صفحات: ۸۱۲ سائز: ۲۳×۳۶/۸ قیمت -/800
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادرشاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 PhonePe یا Paytm کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

شرح خریداری
سالانہ 200/-
ششماہی 100/-
فی پرچہ 5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے 2500/-
دیگر ممالک کے لئے 3000/-
رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادرشاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall, 1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI